﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤتِیْہِ مَنْ یَّشَآء﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

الفضل

ہفت روزہ

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد12 | جمعۃ المبارک 15/اپریل 2005ء | 6/ربیع الاوّل 1426 ہجری قمری ۞ 15/شہادت 1384 ہجری شمسی | شمارہ 15

تلاوت قرآن کریم کی برکات

حضرت عقبہؓ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

قرآن بلند آواز سے پڑھنے والا اعلانیہ صدقہ دینے والے کی طرح اور قرآن کی خفیہ تلاوت کرنے والا خفیہ صدقہ دینے والے کی طرح ہے۔

(ترمذی کتاب فضائل القرآن باب من قرء حرفا)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

یہ تو ہر ایک قوم کا دعویٰ ہے کہ بہتیرے ہم میں ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں۔ مگر ثبوت طلب یہ بات ہے کہ خدا تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھتا ہے یا نہیں۔

خدا تعالیٰ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ اپنے پیارے بندوں کو صرف اپنے وجود کی خبر ہی نہیں دیتا بلکہ اپنی رحمت اور فضل کے آثار بھی خاص طور پر ان پر ظاہر کرتا ہے۔

"یہ تو ہر ایک قوم کا دعویٰ ہے کہ بہتیرے ہم میں ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں۔ مگر ثبوت طلب یہ بات ہے کہ خدا تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھتا ہے یا نہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی محبت یہ ہے کہ پہلے تو ان کے دلوں پر سے پردہ اٹھاوے جس پردہ کی وجہ اچھی طرح انسان خدا تعالیٰ کے وجود پر یقین نہیں رکھتا۔ اور ایک دھندلی سی اور تاریک معرفت کے ساتھ اس کے وجود کا قائل ہوتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات امتحان کے وقت اس کے وجود سے ہی انکار کر بیٹھتا ہے۔ اور یہ پردہ اٹھایا جانا بجز مکالمہ الٰہیہ کے اور کسی صورت سے میسر نہیں آسکتا۔ پس انسان حقیقی معرفت کے چشمہ میں اس دن غوطہ مارتا ہے جس دن خدا تعالیٰ اس کو مخاطب کر کے اَنَا الْمَوْجُوْد کی اس کو آپ بشارت دیتا ہے۔ تب انسان کی معرفت صرف اپنے قیاسی ڈھکوسلے یا محض منقولی خیالات تک محدود نہیں رہتی بلکہ خدا تعالیٰ سے ایسا قریب ہو جاتا ہے کہ گویا اس کو دیکھتا ہے۔ اور یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ خدا تعالیٰ پر کامل ایمان اسی دن نصیب ہوتا ہے کہ جب اللہ جلّشانہ اپنے وجود سے آپ خبر دیتا ہے۔

اور پھر دوسری علامت خدا تعالیٰ کی محبت کی یہ ہے کہ اپنے پیارے بندوں کو صرف اپنے وجود کی خبر ہی نہیں دیتا بلکہ اپنی رحمت اور فضل کے آثار بھی خاص طور پر ان پر ظاہر کرتا ہے۔ اور وہ اس طرح پر کہ ان کی دعائیں جو ظاہری اُمیدوں سے زیادہ ہوں قبول فرما کر اپنے الہام اور کلام کے ذریعہ سے ان کو اطلاع دے دیتا ہے تب ان کے دل تسلّی پکڑ جاتے ہیں کہ یہ ہمارا قادر خدا ہے جو ہماری دعائیں سنتا اور ہم کو اطلاع دیتا اور مشکلات سے ہمیں نجات بخشتا ہے۔ اسی روز سے نجات کا مسئلہ بھی سمجھ آتا ہے اور خدا تعالیٰ کے وجود کا بھی پتہ لگتا ہے۔ اگرچہ جگانے اور متنبہ کرنے کے لئے کبھی کبھی غیروں کو بھی سچی خواب آسکتی ہے مگر اس طریق کا مرتبہ اور شان اور رنگ اَور ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا مکالمہ ہے جو خاص مقربوں سے ہی ہوتا ہے اور جب مقرب انسان دعا کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اپنے خدائی کے جلال کے ساتھ اس پر تجلّی فرماتا ہے اور اپنی روح اس پر نازل کرتا ہے اور اپنی محبت سے بھرے ہوئے لفظوں کے ساتھ اس کو قبولِ دعا کی بشارت دیتا ہے۔ اور جس کسی سے یہ مکالمہ کثرت سے وقوع میں آتا ہے اس کو نبی یا مُحَدّث کہتے ہیں۔

اور سچے مذہب کی یہی نشانی ہے کہ اس مذہب کی تعلیم سے ایسے راستباز پیدا ہوتے رہیں جو مُحَدّث کے مرتبہ تک پہنچ جائیں جن سے خدا تعالیٰ آمنے سامنے کلام کرے۔ اور اسلام کی حقیقت اور حقانیت کی اوّل نشانی یہی ہے کہ اس میں ہمیشہ ایسے راستباز جن سے خدا تعالیٰ ہمکلام ہو پیدا ہوتے ہیں۔ ﴿تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا﴾(حم السجدہ:31)۔ سو یہی معیار حقیقی سچے اور زندہ اور مقبول مذہب کی ہے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ یہ نور صرف اسلام میں ہے"۔

(برکات الدعاء۔روحانی خزائن جلد نمبر 6صفحہ 42-43)

فرمودات خلفاء

نماز خدا کے لئے پڑھو اور دل لگا کر پڑھو

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"ایک دفعہ کسی بزرگ نے کسی امام کے پیچھے نماز پڑھنی شروع کر دی اس وقت امام کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میرے پاس جو دو سو روپے ہیں ان کا بیل خرید کر دہلی جاؤں گا اور وہاں چار سو روپے کو بیچ کر وہاں سے فلاں چیز خرید کر پھر آگرہ جاؤں گا اور آگرہ میں میرے چار سو کے آٹھ سو ہو جاویں گے۔ پھر میں آگرہ سے فلاں چیز خریدوں گا جو پشاور میں مہنگی بکتی ہے اور وہاں جا کر بیچوں گا تو سولہ سو بن جاویں گے۔ ان بزرگ کو کشف کے ذریعے یہ حال معلوم ہو گیا۔ انہوں نے نماز توڑ کر الگ پڑھنی شروع کر دی۔ امام نے نماز پڑھ کر بہت ڈانٹنا شروع کیا، یہ بڑا جرم ہے، حرام ہے۔ وہ بزرگ کہنے لگے کہ میں کمزور ہوں میری ٹانگوں میں اتنی طاقت نہیں تھی۔ پہلے میں آپ کے ساتھ دہلی گیا، میں نے کہا اچھا امام صاحب جاتے ہیں تو میں بھی اُن کے ساتھ چلا جاتا ہوں مگر آپ وہاں سے آگرہ گئے وہاں بھی میں آپ کے ساتھ گیا۔ لیکن جب آپ آگرہ سے پشاور جانے کو تیار ہو گئے تو میں نے نماز توڑ کر علیحدہ پڑھنی شروع کر دی۔ یہ بات سن کر امام بہت شرمندہ ہوا۔

اس لئے نماز پڑھتے وقت تین باتوں کا خیال رکھنا چاہیے:۔

(۱) یہ کہ فقط خدا کے لئے پڑھو۔

(۲) کہ دل لگا کر توجّہ سے پڑھو۔

(۳) یہ کہ فرضوں کے علاوہ سنتیں خدا کا تعلق بڑھاتی ہیں۔ سنّتیں ضرور پڑھنی چاہئیں۔

کامل عرفان خدا کے نفلوں کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ یہ نفل تو ایک نعمت ہیں اس میں ہمارا ہی فائدہ ہے۔ خدا کے انعام کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کسی کے گھر جاوے اور اس کے بچوں کے لئے کوئی تحفہ لے جاوے اور وہ قبول کر لیوے تو وہ بہت شکر گزار ہوتا ہے کہ آپ نے یہ قبول کر لیا میں اس کے بدلے میں یہ انعام آپ کو دیتا ہوں۔ تو نماز پڑھنے سے صفائی اور فائدہ ہمارا ہی ہے مگر خدا اور انعام دیتا ہے۔

نفلوں میں سے ایک بہت بڑا نفل تہجد ہے۔ نفس کے توڑنے کے لئے تہجد بہت ضروری ہے۔ یہ نماز مردوں کے علاوہ عورتوں کو بھی پڑھنی چاہیئے۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ جب رات کو مرد اُٹھے تو وہ عورت کو بھی اُٹھاوے اور جو کوئی نہ اُٹھے تو دوسرا نہ اُٹھنے والے پر پانی کے چھینٹے مارے ایسا گھر بہت ہی مبارک ہے۔ یاد رکھو تکلیف اُٹھانے سے ہی انعام ملا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنّت کا وعدہ کیا ہے وہ یوں ہی نہیں مل جاتی۔ اس نماز میں فرضوں کے علاوہ نفل بھی پڑھنے چاہئیں اور نفلوں میں سب سے بہتر تہجد ہے۔ اگر تم رات کو بچے کی خاطر جاگتے ہو محض اس لئے کہ یہ بڑا ہو کر ہمارا نام روشن کرے گا تو کیا تم خدا کی خاطر نہیں جاگ سکتیں۔ خدا کے لئے جاگنے سے ہمیشہ نام یاد رہتا ہے۔ اور اگر تم رات کو اللہ کی خاطر ایک گھنٹہ جاگو تو دائمی زندگی حاصل ہو جاتی ہے۔"

(الأزھار لذوات الخمار صفحہ ۴۸۔۴۹)

اداریہ

کفالتِ یتامیٰ ۔ایک اہم جماعتی ذمہ داری

قرآن مجید میں محروم طبقات کے حقوق کی حفاظت کے لئے نہایت پرحکمت اور واضح ہدایات پائی جاتی ہیں جن سے نہ صرف یہ کہ محروم لوگوں کی محرومی و کمی دور ہوسکے بلکہ یہ بھی کہ ان کی عزت نفس مجروح نہ ہو اور وہ کسی بھی دوسرے شخص کی طرح معاشرہ کے مفید اور ذمہ دار وجود بن سکیں۔

قرآن مجید نے اصولی طور پر اِنفاق یا خدمت خلق کے لئے یہ ہدایت دی کہ ﴿وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾ (الذاریت:20)۔معاشرہ کے معزز و متمول افراد کے اموال میں سائلوں اور محروم لوگوں کا حق ہے۔گویا مستحق افراد کی جب مدد کی جاتی ہے تو یہ ان کا حق ہوتا ہے جو انہیں واپس مل رہا ہوتا ہے۔ یہ کوئی ایسا احسان نہیں ہوتا جس کی وجہ سے ان کی آنکھیں نیچی رہیں اور وہ زیر بار احسان ہونے کی وجہ سے احساس کمتری کا شکار ہوجائیں اور اس طرح معاشرہ کا مفید حصہ بننے کی بجائے غلط رستوں پر نکل کر معاشرہ کے لئے ایک ناقابل علاج ناسور بن جائیں۔

محروم لوگوں میں یتامیٰ بھی شامل ہیں یعنی ایسے افراد جو باپ کی شفقت، نگرانی اور کفالت سے محروم ہو جائیں ۔ایسے بچوں میں وہ بچے بھی ہوتے ہیں جن کے والد فی سبیل اللہ جہاد میں مصروف ہونے کے دوران جام شہادت نوش کرلیں اور اپنے پیچھے اپنی سوگوار بیوہ اور یتیم بچے چھوڑ جائیں۔ اگر یہ بچے زمانے کی ٹھوکریں کھانے، دربدر بھیک مانگنے کے لئے چھوڑ دئے جائیں تو یہ ایک ایسی معاشرتی غلطی یا گناہ ہوگا جس کا خمیازہ پورے معاشرہ کو بھگتنا پڑے گا کیونکہ بالعموم ایسے یتیم اپنے منفی رجحانات کی وجہ سے اپنی محرومیوں کی تلافی یا ان کا بدلہ لینے کے لئے مجرمانہ ذہنیت کے حامل بن جائیں گے۔یہی وجہ ہے کہ مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے بچوں کے پس منظر کی تحقیق و تجزیہ کے نتیجہ میں ہمیشہ یہی حقیقت سامنے آتی ہے کہ ماں باپ کی علیحدگی یا ماں باپ سے محرومی کے ردّعمل کی وجہ سے بچوں میں مجرمانہ رجحان پیدا ہوگیا۔

شہداء کے بچوں کا تو معاشرہ پر دوہرا حق ہوتا ہے مگر دوسرے یتیم بھی مذکورہ بالا قرآنی حکم کے مطابق معاشرہ یا جماعت پر اپنا حق رکھتے ہیں ۔تاریخی حقائق سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ معاشرہ جو اپنے یتامیٰ کی عزتِ نفس اور ضروریات کا خیال رکھتا ہے اور اس قومی فرض کی ادائیگی میں غفلت نہیں برتتا ان میں قربانی کی روح برقرار رہتی ہے کیونکہ افرادِ جماعت کو بخوبی علم ہوتا ہے کہ کسی بھی حادثہ کی صورت میں ان کی اولاد کو ضائع ہونے سے بچالیا جائے گا۔گویا یتامیٰ کی خبر گیری قوم میں قربانی کی روح کو نہ صرف زندہ رکھتی بلکہ اس میں اضافہ کا موجب ہوتی ہے۔اس عظیم قومی فائدے کے ساتھ ساتھ اس اخلاقی و معاشرتی ذمہ داری کو باحسن ادا کرنے سے یتامیٰ معاشرے کا مفید وجود بن جاتے ہیں۔ وہ مجرمانہ ذہنیت اور بداخلاقی و جرائم میں ملوث ہونے کی بجائے مفید اور کارآمد وجود بن کر نہ صرف اپنے قدموں پر کھڑے ہوتے اور خود کفیل بن جاتے ہیں بلکہ اپنی عمدہ تربیت اور اچھی صلاحیتوں کی وجہ سے اپنے خاندان اور معاشرے کے لئے قابل فخر سرمایہ بن سکتے ہیں۔

قرآن مجید یتامیٰ سے حسن سلوک کی ہدایت دیتے ہوئے فرماتا ہے۔﴿فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ﴾ (الضحیٰ: 10)۔یتیموں سے سختی، درشتی نہیں بلکہ پیار و محبت کا سلوک کیا جاوے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یتیموں سے حسن سلوک کی تاکید فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ اَنَا وَ كَافِلُ الْيَتِيْمِ فِى الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ کہ مَیں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ایک ہاتھ کی دو باہم ملی ہوئی انگلیوں کی طرح ہوں گے۔

فخر موجودات، سرور کائنات، حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ایک یتیم تھے جو اپنی فطری سعادت و جبلّی صلاحیتوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ کے لئے دنیا بھر کے رہنما قرار پائے۔قرون اولیٰ میں متعدد ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ یتامیٰ اور آزاد کردہ غلام نہایت بلند علمی و روحانی مقام پر فائز ہوئے۔

قادیان میں یتامیٰ کی کفالت کی انفرادی مثالوں کے علاوہ جماعتی طور پر ''دارالشیوخ'' کے نام سے ایک ادارہ قائم ہوا جس میں معاشرہ کے 'محروم' طبقہ کی کفالت کا انتظام تھا۔اس زمانہ میں جماعت کی مالی حالت بہت کمزور تھی۔اس کام کے لئے جو فنڈ مختص تھے وہ کافی نہ ہوتے تھے اور بعض دفعہ یہ صورت بھی پیش آجاتی تھی کہ دوسرے وقت کے کھانے کے انتظام کے لئے راشن وغیرہ موجود نہ ہوتا تھا۔حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ اس ادارہ کے منتظم و نگران تھے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت بلند مقام پر فائز فرمایا تھا۔وہ اپنی غیر معمولی خاندانی وجاہت کے ساتھ ساتھ غیر معمولی علمی قابلیت اور انتظامی قابلیت سے مالا مال تھے۔آپ مدرسہ احمدیہ کے ہیڈ ماسٹر ہونے کے علاوہ قضاء کے اہم منصب پر فائز تھے۔اپنی ان مصروفیات کے علاوہ یتامیٰ کی کفالت کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد تھی۔آپ کے ساتھ کام کرنے والے بتایا کرتے تھے کہ جب کبھی آپ کو مالی کمی کی اطلاع ملتی تو آپ خود قادیان کے بعض محلوں میں جا کر احباب جماعت کو مالی قربانی کی تحریک فرماتے اور اس طرح کفالت یتامیٰ کا یہ نہایت بنیادی اور اہم کام جاری رہتا۔حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ نہایت محبت، پیار، شفقت اور توجہ سے اس کام کو اپنی ذاتی ذمہ داری سمجھ کر انجام دیتے رہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس ادارہ میں تربیت پانے والے متعدد یتامیٰ معاشرہ کے مفید وجود بن کر اپنے خاندان اور جماعت کی اہم خدمات سرانجام دینے کی توفیق پاتے رہے۔

ربوہ میں ''کفالت یکصد یتامیٰ'' کی سکیم بڑی کامیابی سے جاری ہے۔اس بابرکت پروگرام کے تحت سینکڑوں مستحق یتامیٰ کی کفالت ہورہی ہے۔ایسے مستحق بچوں کی نگرانی و تربیت کے لئے مقامی مربی اور عہدیداران جماعت کے علاوہ مرکزی مربی صاحبان بھی خدمات سرانجام دیتے ہیں ۔ بچوں کی والدہ بھی تربیت کی بنیادی خدمت کی ذمہ داری اٹھاتی ہیں اور اس طرح مل جل کر بچوں کی کفالت و تربیت کے نہایت ضروری اور مشکل کام کو بہتر رنگ میں کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے دوسرے جماعتی کاموں کی طرح یہ کام بھی خوشکن نتائج پیدا کررہا ہے اور ایسے کئی بچے جنہوں نے اس سکیم سے استفادہ کیا اب معاشرہ پر بوجھ بنے رہنے کی بجائے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور معزز عہدوں پر فائز ہوکر اپنے خاندان، جماعت اور ملک و قوم کی مفید خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

(عبدالباسط شاہد)

غزل

عشّاق اگر خُوگرِ آزار نہ ہوتے
اللہ کی رحمت کے سزاوار نہ ہوتے

مشکل کوئی ایسی تو نہ تھی منزل جاناں
ہمراہ اگر قافلہ سالار نہ ہوتے

کھل جاتا بھرم تیری بزرگی کا بھی واعظ
تجھ پر جو ترے جُبّہ و دستار نہ ہوتے

کیا جانئے کیا کرتے مرے شیخ و برہمن
دنیا میں اگر سُبحہ و زُنّار نہ ہوتے

آزاد نہ ہوتے غمِ دنیا سے کبھی ہم
گر تیری محبت میں گرفتار نہ ہوتے

پڑ جاتی اگر ایک نظر آپ کے رُخ پر
مہر و مہ و انجم بھی نمودار نہ ہوتے

کر سکتے تھے آپ اپنی مسیحائی کا چرچا
ہم لوگ اگر آپ کے بیمار نہ ہوتے

ہوتا نہ اگر عشقِ محمدؐ مرے دل میں
غزلوں میں مری نعت کے اشعار نہ ہوتے

آتا نہ یقیں ہم کو کبھی شام و سحر کا
گر آپ کے یہ کاکل و رُخسار نہ ہوتے

رشتہ نہ اگر ہوتا کوئی میرا گلوں سے
اُلجھے ہوئے دامن سے مرے خار نہ ہوتے

پڑ جاتا اگر واسطہ اربابِ جنوں سے
ممکن ہی نہیں راستے ہموار نہ ہوتے

مل جاتی اگر کوئی جگہ تیری گلی میں
جو لوگ ہیں جنت کے طلبگار ، نہ ہوتے

تخلیقِ دو عالم کا سبب آپؐ ہیں ورنہ
کیا ہوتا اگر احمدِ مختارؐ نہ ہوتے

رہ جاتے ہمیشہ کے لئے ہم تہی دامن
محمود اگر دیدۂ خونبار نہ ہوتے

(محمود الحسن۔راولپنڈی)

خریداران الفضل انٹرنیشنل سے گزارش

الفضل انٹرنیشنل کے ہر خریدار کو ایک AFC نمبر دیا جاتا ہے جو آپ کے ایڈریس لیبل کے ساتھ درج ہوتا ہے۔ یہ آپ کا خریداری نمبر ہے۔ براہ کرم یہ نمبر محفوظ رکھیں اور دفتر سے خط و کتابت اور رابطہ کے وقت اس نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء (مینیجر)

اسلام میں شوریٰ کا نظام

(دوسری قسط)

شوریٰ کی حقیقت

آیہ کریمہ ﴿وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ﴾ (آل عمران: 160) میں مشورہ بمعنی امر استعمال ہوا ہے۔ لفظ امر کا اطلاق نہ صرف مہتم بالشان قول وفعل پر ہوتا ہے بلکہ اس کے معنی حکم یا حکومت کے بھی ہوتے ہیں۔ مشاورت ہمیشہ قابل غور معاملہ میں لوگوں کی آراء معلوم کرنے کے لئے منعقد ہوتی ہے البتہ زیر غور معاملات کے بارہ میں آخری فیصلہ کرنا صاحب امر کی اپنی صوابدید پر منحصر ہوتا ہے کیونکہ اسلامی مشاورت کی حقیقت یہ ہے کہ صاحب امر جب بھی کسی زیرغور مسئلہ میں اہل الرائے اور ذمہ دار حلقوں اور افراد سے مشورہ کرتا ہے تو اسے یہ اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو وہ کسی کی رائے کو قبول کرے اور چاہے تو ردّ کردے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے آیہ کریمہ ﴿وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مشورے کی حقیقت کے بارہ میں فرمایا ہے جس کو مشورہ دیا جاتا ہے اگر وہ من وعن آنکھیں بند کر کے اسے قبول کرلے تو اس پر درحقیقت شَاوِرْھُمْ کا لفظ اطلاق نہیں پاتا۔ مشورہ کا مطلب ہے کسی سے اس کی رائے معلوم کرنا لیکن اسے من وعن قبول نہ کرنا بلکہ اس کو اپنی عقل کے ساتھ پرکھنا اور اس کے بہترین حصہ کو قبول کرلینا۔

حکومت کے لئے مشورہ کی ضرورت کے عنوان سے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے ایک بڑا لطیف نکتہ اٹھایا ہے کہ قرآن کریم میں ﴿ اَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ﴾ کے مخاطب صرف وہی لوگ ہیں جو لوگوں کے مشورہ سے منتخب ہو کر عنان حکومت سنبھالتے ہیں۔ چنانچہ حضرت میاں صاحبؓ فرماتے ہیں:

”جو لوگ، لوگوں کے مشورہ سے حاکم منتخب ہوں ان کی ہدایت کے لئے اسلام یہ اصولی تعلیم ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّھِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ﴾ (شوریٰ:۳۹) یعنی مومنوں کا یہ کام ہے کہ وہ خدا کی پوری پوری فرمانبرداری اختیار کریں اور اس کی عبادت پر قائم رہیں اور حکومت کے امور باہم مشورہ کے ساتھ طے کریں اور جو اموال خدا نے انہیں دیئے ہیں انہیں لوگوں پر خرچ کریں۔ اس آیت میں حاکم کا یہ فرض مقرر کیا گیا ہے کہ وہ امیر منتخب ہونے کے بعد خود مختارانہ اور جابرانہ طریق اختیار نہ کرے بلکہ اس اصول کو یاد رکھتے ہوئے کہ اس کی حکومت اس کے پاس محض ایک امانت کے طور پر ہے رائے عامہ کو معلوم کرتا رہے اور لوگوں کے مشورہ کے ساتھ حکومت کے فرائض انجام دے۔ چنانچہ خود آنحضرت ﷺ سے بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ﴿وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ۔ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ﴾۔ (سورۃ آل عمران آیت ۱۶۰) یعنی اے نبی! تم حکومت کے معاملات میں لوگوں سے مشورہ لیا کرو مگر مشورہ کے بعد جب تم کوئی رائے قائم کرلو تو پھر اللہ پر توکل کرو۔ یہ ہدایت قرآنی محاورہ کے مطابق صرف آپ ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ آپ کے خلفاء اور متّبعین کے لئے بھی ہے............۔

اسلام نے استثنائی حالات میں امیر کے لئے یہ حق تسلیم کیا ہے کہ وہ اگر ضروری سمجھے تو کثرت رائے کے مشورہ کو ردّ کردے۔ مگر اسلامی شریعت کی رو سے امیر بہرحال اس بات کا پابند قرار دیا گیا ہے کہ کوئی اہم معاملہ مشورہ لینے کے بغیر طے نہ کرے حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو اسلامی سیاسیات میں نہایت ماہر سمجھے گئے ہیں یہاں تک فرمایا ہے کہ لَا خِلَافَۃَ اِلَّا بِالْمَشْوَرَۃِ یعنی کوئی اسلامی حکومت مشورہ کے انتظام کے بغیر جائز تسلیم نہیں کی جاسکتی“۔

(سیرت خاتم النبیین صفحہ ۶۳۳ ۔ ۶۳۴)

مشورہ کی شرعی حیثیت

جہاں تک مشورہ کی شرعی حیثیت کا تعلق ہے قرآن کریم کی مذکورہ آیات اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایسے امر میں خواہ اس کا تعلق حکومت سے یا کسی دوسرے اہم معاملہ سے ہو اس میں باہم مشورہ سے فیصلہ کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ سے ثابت ہے اور صحابہ کرام کا بھی یہی تعامل رہا ہے۔ اس ضمن میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”مشورے کا رواج مسلمانوں میں جس شان اور جس کھلی وضاحت کے ساتھ قرآن میں ملتا ہے یعنی قرآن کے ذریعہ مسلمانوں کو عطا ہوا ہے یہ رواج دنیا کی کسی الٰہی کتاب میں نہیں ملتا۔ وہ جو قرآن کی امتیازی شانیں ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے۔ مشورے کا اور شوریٰ کا جو نظام وقت کے امام اور عامۃ المسلمین کے حوالہ سے کھول کر بیان فرمایا گیا ہے اس کی کوئی نظیر دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ملتی“۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 31 مارچ 1995 الفضل انٹرنیشنل 12 تا 18 مئی 1995ء صفحہ8)

پس مسلمانوں کا باہم مشورہ سے کسی فیصلے پر پہنچنا دین و دنیا میں باعث برکت و رحمت ہے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کثرت سے مشورے لیتے تھے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مَارَأَیْتَ اَکْثَرَ مَشْوَرَۃً لِاَصْحَابِہٖ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (سنن ترمذی ابواب فضائل الجہاد باب ماجاء فی المشورۃ) کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اپنے اصحاب سے کسی کو مشورہ کرنے والا نہیں پایا۔ چنانچہ حضرت امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ جب ﴿شَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ﴾ کی آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگرچہ اللہ اور اس کا رسول اس بات سے مستغنی ہیں (کہ وہ کسی کے ساتھ مشورہ کر کے کوئی فیصلہ کریں) لیکن اللہ تعالیٰ نے مشورہ کرنے کو میری امت کے لئے رحمت کا باعث بنایا ہے پس مسلمانوں میں سے جو مشورہ کرے گا وہ رشد وہدایت سے محروم نہیں رہے گا جو مشورے کو ترک کرے گا وہ ذلت سے بچ نہیں سکے گا۔

(شعب الایمان جز سادس صفحہ ۷۶۔۷۷)

حضرت امام بیہقی نے اپنی اسی کتاب میں ایک اور روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے حوالہ سے بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کام کا ارادہ کرے اور باہم مشورہ کرنے کے بعد اس کے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرے تو اللہ کی طرف سے اس کو صحیح اور مفید صورت اختیار کرنے کی توفیق ضرور مل جاتی ہے۔

اراکین مجلس مشاورت کی اہلیّت

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سے اراکین شوریٰ کی اہلیّت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کے بعد اگر ہمیں کوئی ایسا امر پیش آجائے جس کے بارہ میں قرآن کریم خاموش ہو اور سنت سے بھی ہمیں کوئی روشنی نہ ملتی ہو تو ہم کیا کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے معاملہ کے حل کرنے کے لئے اِجْمَعُوْا لَہُ الْعَابِدِیْنَ مِنْ اُمَّتِیْ وَاجْعَلُوْہُ بَیْنَکُمْ شُوْرٰی وَلَا تَقْضُوْا بِرَأْیِ وَاحِدٍ کہ اپنے لوگوں میں سے عبادت گزار علماء کو اکٹھا کر کے ان کے باہمی مشورہ سے فیصلے کرنا اور دیکھنا ایسی صورت پیش آجائے تو کسی فرد واحد کی رائے پر فیصلہ نہ کرنا۔

(کنزالعمال جلد دوم صفحہ ۳۴۰۔ درمنثور جلد۶ صفحہ۱۰ واعلام الموقعین لابن قیم جلد۱ صفحہ۵۴)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ مشورہ صرف ان ہی معاملات میں مسنون ہے جن کے بارہ میں قرآن اور حدیث کا کوئی واضح اور قطعی حکم موجود نہ ہو ورنہ جہاں کوئی قطعی اور واضح حکم شرعی موجود ہو اس میں کسی مشورہ کی ضرورت نہیں بلکہ جائز بھی نہیں۔

دوسرے یہ کہ مشورہ صرف ان ہی لوگوں سے لینا چاہئے جو مروجہ علوم، تفقہ فی الدین اور عبادت گزاری میں معروف ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بیان کرتے ہیں کہ عقلمند آدمی سے مشورہ لو اور جب مشورہ مل جائے اور فیصلہ ہو جائے تو اس کے خلاف نہ کرو ورنہ ندامت اٹھانی پڑے گی۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابوھریرہؓ کی ان دونوں روایتوں کو ملا کر دیکھیں تو یہی مفہوم اخذ ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس شوریٰ کے ارکان کے انتخاب کے لئے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ وہ صاحب عقل ورائے ہوں۔ عبادت گزار اور تقویٰ شعار ہوں۔

عہد خلافت راشدہ میں شورائی نظام

حضرت اقدس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کے وصال پر خلافت راشدہ کا قیام عمل میں آیا۔ خلفائے راشدین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی پیروی میں اسلام کے شورائی نظام کو جاری رکھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

”اختیارات سے کام چلانا بڑا نازک امر ہے۔ اس لئے خلفاء راشدین نے اپنی خلافت کے زمانہ میں شوریٰ کو سچے دل سے اپنے ساتھ رکھا تا اگر خطا بھی ہو جائے تو سب پر تقسیم ہو جائے نہ صرف ایک کی گردن پر“۔

(مکتوب حضرت مسیح موعود علیہ السلام بنام حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ۔ مکتوبات احمدیہ جلد ہفتم حصہ اول صفحہ ۵۲، اصحاب احمد جلد دوم صفحہ ۱۰۹۶)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام کے پہلے خلیفۃ الرسول منتخب ہوئے آپ کی خلافت کا انتخاب صحابہ کرام کے باہمی مشورہ سے عمل میں آیا تھا آپ جونہی مسند آرائے خلافت ہوئے مدینہ پر مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ بعض قبائل نے علم بغاوت بلند کر دیا دوسری طرف منکرین زکوٰۃ نے الگ فتنہ کھڑا کر دیا۔ ان پُر خطر اور مخدوش حالات میں حضرت اسامہ بن زید کی سرکردگی میں ایک مہم بھی درپیش تھی جس کی تیاری کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں صادر فرمایا تھا۔

خلیفۃ الرسولؐ کی بے مثال عزیمت

ان حالات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب صحابہ کرام سے مشورہ کیا جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے تو انہوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ اس وقت مدینہ پر خطرات کے بادل منڈلا رہے ہیں اس لئے ملک میں امن و امان کے قیام تک اس لشکر کی روانگی ملتوی کردی جائے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے اس مشورہ کو ماننے سے سختی کے ساتھ انکار کردیا اور فرمایا:

”مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مجھے یہ یقین ہو کہ جنگل کے درندے مجھے اٹھا کر لے جائیں گے تو بھی میں اسامہ کے اس لشکر کو روانہ ہونے سے نہیں روک سکتا جسے رسول اللہ نے روانہ ہونے کا حکم دیا تھا۔ اگر مدینہ میں میرے سوا کوئی بھی متنفس باقی نہ رہے تو بھی میں اس لشکر کو ضرور روانہ کروں گا“۔

(سیرت حضرت ابوبکر صدیق اکبر مصنفہ محمد حسین ہیکل ترجمہ صفحہ۱۳۷)

مسلمانوں کے ایک گروہ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شوریٰ کا اجلاس بلا کر بزرگ صحابہ سے رائے مانگی۔ سب نے مشورہ دیا کہ مصلحت وقت یہی ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ وقتی طور پر نرمی برتی جائے۔ چنانچہ حضرت امام سیوطیؒ نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو جنگ سے روکا جس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگ معمولی سی رقم یا بکری کا بچہ جو عہد رسالت میں دیا کرتے تھے

اگرادانہ کریں گے تو بخدا اس کی وصولیابی کے لئے میں جنگ کروں گا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کس بنیاد پر جنگ کریں گے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ جس نے لَااِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُـحَـمَّـدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـہ کہہ لیا تو اس کے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری مجھ پر ہے اور ان کے حقوق میں ادا کروں گا باقی محاسبہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے جواباً فرمایا جو کوئی نماز و زکوٰۃ میں فرق کرے گا تو میں اس سے لازماً جنگ کروں گا۔''

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۷۴۔۷۵)

اس سیاق وسباق میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا یہ ارشاد اس مسئلہ کی حقیقت کو مزید واضح کردیتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:

''خلافت صرف خدا ہی کے حضور سر نہیں جھکاتی اپنے سے پہلے اولی الامر کے حضور بھی اس طرح سر جھکاتی ہے کہ کامل طور پر اس کا اپنا وجود مٹ کر اپنے آقا کے وجود میں جہاں تک اطاعت کا تعلق ہے تبدیل ہو جاتا ہے۔ پس یہ بھی ایک ایسا معاملہ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ خلفاء نے بھی اس آیت کا مفہوم یہی سمجھا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جو بھی امت محمدیہ میں صاحب امر بنایا جائے گا۔ اگر خدا براہ راست بنائے تو وہ امام مہدی کے طور پر آیا اور گزر بھی گیا لیکن جو بھی بنایا جائے گا بطور خلیفہ کے اس پر بھی اسی آیت (آل عمران ۱۶۰) کا اطلاق ہوگا جب وہ فیصلے کرے گا' مشورے ضرور کرے گا لیکن مشوروں کے بعد فیصلہ خلیفہ وقت کا ہوگا اور جو وہ فیصلہ کرے گا اسے خدا کی تائید حاصل ہوگی اور پھر اس کا کام بھی توکل ہے اور وہ توکل ہی کرے گا تو وہ فیصلہ کرے گا''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۱ مارچ ۱۹۹۵ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۱۸۔۲۲مئی ۱۹۹۵صفحہ۸)

غرض حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جس قدر بڑے بڑے کام سرانجام پائے سب میں کبار صحابہ کی رائے اور مشورہ شامل ہوا کرتا تھا لیکن آخری فیصلے کا انحصار آپ کی اپنی صوابدید پر تھا۔ چنانچہ آپ کے فیصلہ پر وہ صحابہ بھی سر تسلیم خم کر دیتے تھے جن کو زیر بحث معاملہ پر آپ سے اختلاف ہوتا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا طریق تھا کہ جب بھی کوئی اہم معاملہ پیش آتا آپ اسے اہل الرائے صحابہ کے سامنے پیش کرتے اور اتفاق رائے سے کسی فیصلہ پر پہنچنے کی کوشش کرتے تھے۔ آپ نے صائب الرائے اور تجربہ کار صحابہ کو دارالخلافت سے کبھی جدا نہ ہونے دیا۔ اگرچہ عہد فاروقی کی طرح اسلام کی پہلی خلافت کے زمانہ میں مجلس شوریٰ کا کوئی باقاعدہ نظام تو قائم نہ ہوسکا لیکن پیش آمدہ معاملات میں آپ کا ہمیشہ یہ دستور رہا کہ ممتاز مہاجرین اور انصار کو بلا کر ان کی رائے ضرور معلوم کرلیا کرتے تھے۔

مجلس شوریٰ کا باقاعدہ قیام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ کے مطابق مملکت اسلامیہ کے تمام امور کو باہم مشورہ کے ساتھ طے کرنے کا باقاعدہ آغاز فرمایا۔ آپ نے مجلس شوریٰ کا ایک ایسا ہمہ گیر نظام قائم فرمایا جو اسلامی نظام حکومت کی مضبوطی اور آپ کے حقیقی منتظم اور اعلیٰ مدبر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ آپ ہمیشہ پیش آمدہ معاملات کے متعلق باہم مشورہ کے ساتھ اور پورے غور وفکر کے بعد فیصلے کیا کرتے تھے۔ مجلس شوریٰ بعض سرکردہ اور یگانہ روزگار اصحاب پر مشتمل ہوتی تھی۔

مشاورت کا اصولی حکم

قرآن کریم نے مسلمانوں کو مشاورت کا جو اصولی حکم دیا ہے اس میں مشاورت کا کوئی لگا بندھا طریق مقرر نہیں فرمایا بلکہ اس کی تعیین کو امت مسلمہ کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ مسلمان اپنے اپنے حالات اور زمانہ کے تقاضوں کے مطابق جس قسم کا نظام شوریٰ مناسب سمجھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق مشاورت کی اتباع میں اسے اختیار کرلیں۔ غرض مشاورت کا خواہ کوئی بھی طریق ہو اصل مقصد باہمی مشورہ کے بعد فیصلے کرنا ہے تاکہ امت کی یک جہتی قائم رہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجلس شوریٰ کے نظام کو وسیع بنیادوں پر قائم کر کے اس کی ہمہ گیر افادیت کو اجاگر فرمایا۔ آپ کے عہد خلافت میں ملکی و قومی مسائل و معاملات مجلس شوریٰ میں پیش ہو کر بحث و تمحیص کے بعد طے پاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ خلافت کے لئے مشورہ لازمی ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں آپ فرمایا کرتے تھے لَا خِلَافَةَ اِلَّا بِالْمَشْوَرَةِ۔

(کنز العمال بحوالہ ابن ابی شیبہ جلد تین صفحہ۔ ۱۳۹)

مہاجرین اور انصار کے منتخب معمر اور پختہ کار اصحاب مجلس شوریٰ میں شریک ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نوجوانوں کی بھی حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے اور اکثر معاملات میں ان سے بھی مشورے لیا کرتے تھے اور بوقت ضرورت عورتوں سے بھی مشورہ کرلیا کرتے تھے۔ اگر کسی معاملہ زیر بحث کا تعلق غیر مسلم رعایا سے ہوتا تو غیر مسلموں کو بھی مشاورت میں شامل کرلیا کرتے تھے۔

('الفاروق' شبلی نعمانی صفحہ ۱۹۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ بھی طریق تھا کہ ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی بھی کوئی صحیح رائے دیتا تو بڑے آدمیوں اور بعض اوقات اپنی رائے پر بھی اس کو ترجیح دیتے تھے۔ ایک بار ایسے ہی موقع پر آپ نے فرمایا عورتوں کے مہر میں رفتہ رفتہ بہت اضافہ ہوگیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے لئے کوئی حد مقرر کردوں۔ جلسہ کے حصہ خواتین میں سے آواز آئی۔ اللہ تو فرماتا ہے کہ تم میں سے کوئی اپنی بیویوں کو بہت سا مال دے دے تو پھر واپس نہ لے۔ یہ سن کر فرمایا میری بہن نے صحیح کہا، عمر غلطی پر تھا۔

(السنن الکبریٰ جلد۷ صفحہ۲۳۳۔ ''الفاروق'' مولفہ علامہ محمد رضا صفحہ۶۸ اصحاب الرسول اور ان کے کارنامے حصہ اول صفحہ ۱۶۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مجلس شوریٰ کا اجلاس اکثر خاص خاص ضرورتوں کے پیش آنے کے وقت ہوتا تھا لیکن اس کے علاوہ ایک اور مجلس تھی جہاں روزانہ انتظامات اور ضروریات پر گفتگو ہوتی تھی۔ یہ مجلس ہمیشہ مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھی جس میں اکابر صحابہ شریک ہوتے تھے۔ صوبہ جات کی روزانہ خبریں جو دربار خلافت میں پہنچتی تھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو مجلس میں بیان کرتے تھے اور کوئی بحث طلب امر ہوتا تھا تو اس میں لوگوں سے استصواب کیا جاتا تھا۔ مجوسیوں پر جزیہ مقرر کرنے کا مسئلہ اول اسی مجلس میں پیش ہوا تھا۔ مورخ اسلام علامہ البلاذری نے اس مجلس کا حال ایک ضمنی تذکرے میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

''مسجد نبوی میں مہاجرین کی ایک مجلس تھی جس میں حضرت عمرؓ ان کے ساتھ بیٹھ کر دنیا بھر کے معاملات پر جو ان کے پاس فیصلے کے لئے آتے تھے گفتگو کیا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے کہا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجوسیوں کے ساتھ کیا معاملہ کروں۔ عبدالرحمان بن عوفؓ فوراً اٹھے اور انہوں نے کہا میں اس پر شہادت دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ان کے ساتھ اسی قانون کے مطابق برتاؤ کرو جو اہل کتاب کے لئے ہے''۔

(فتوح البلدان حصہ اول صفحہ ۳۸۳)

مجلس مشاورت کا عام طریق

مجلس شوریٰ کے انعقاد کا عام طریق یہ تھا کہ منادی ''الصلوۃ جامعۃ'' کا اعلان کرتا تھا لوگ مسجد میں جمع ہو جاتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ دو رکعت نماز پڑھ کر بحث طلب مسئلہ کے بارہ میں ایک مفصل خطبہ ارشاد فرماتے تھے اس کے بعد آپ ہر ایک رکن کی رائے دریافت فرماتے تھے۔ (تاریخ طبری صفحہ ۲۵۷۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ طریق تھا کہ مجلس شوریٰ میں آپ اظہار رائے کی پوری آزادی دیتے تھے اور آخری فیصلے کا اعلان آپ کی اپنی صوابدید پر منحصر تھا۔ اس سوال کے متعلق کہ آیا خلیفۂ وقت اکثریت کے فیصلوں کا پابند ہے یا ان کو ردّ کرنے کا اختیار بھی اسے حاصل ہے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں دونوں قسم کے شواہد مل جاتے ہیں۔ ایسے فیصلے بھی موجود ہیں جن میں خلیفۂ وقت نے اکثریت کے فیصلوں کو تسلیم کرلیا۔ چنانچہ عمال حکومت کے نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جو ہدایات سامنے آئی ہیں ان میں یہ ہدایت بھی ملتی ہے کہ جس معاملہ میں (قرآن اور حدیث کا) کوئی صریح حکم موجود نہ ہو اس میں صحابہ کی اکثریت کی رائے کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیئے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ایسے فیصلے بھی موجود ہیں جو اکثریت کی رائے کے خلاف تھے مثلاً جیسا کہ بتایا گیا ہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر منکرین زکوٰۃ کے بارے میں جو مسئلہ زیر غور آیا اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ ان کی بغاوت فرو کی جائے جبکہ صحابہ کرام کی بڑی بھاری اکثریت جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے اس کے خلاف تھی۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اکثریت کی رائے کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے فیصلے کے مطابق عمل کیا اور دور خلافت کی یہ شان اور برکت تھی کہ مخالف اور موافق سب نے بدل و جان خلیفۂ وقت کے فیصلے کی اطاعت کی اور منکرین زکوٰۃ کے فتنے کے سد باب میں سرمو انحراف نہ کیا۔

عہد فاروقی میں انداز مشاورت

اس ضمن میں دو اہم امور پیش نظر رکھنے ضروری ہیں۔ ایک تو یہ کہ زیر غور معاملہ کے متعلق اصولی ہدایت قرآن کریم میں موجود تھی اور فیصلہ طلب معاملہ صرف یہ ہوتا تھا کہ اس اصول پر عمل کس طرح کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ خلیفۂ وقت اگر اکثریت کی رائے کو مسترد کرتا تھا تو اس فیصلہ میں زبردستی رائے منوانے کا شائبہ تک نہ ہوتا تھا۔ وہ اپنے فیصلے کے حق میں دلائل و براہین بیان کرتا اور اختلاف رائے رکھنے والوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ مثلاً جب عراق کی مفتوحہ زمینوں کا سوال سامنے آیا تو ایک بہت بڑی مجلس شوریٰ منعقد ہوئی جس میں تمام مہاجرین اور انصار میں سے عام لوگوں کے علاوہ اوس اور خزرج کے دس بڑے بڑے سردار جو تمام قوم میں ممتاز تھے شامل ہوئے۔ چنانچہ اس موقع پر صحابہ کی اکثریت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے اختلاف کیا اور کہا کہ مفتوحہ علاقے فوج کی جاگیر میں دے دیئے جائیں۔ حضرت امام ابو یوسف نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف کہتے تھے کہ جن کی تلواروں نے ملک فتح کیا ہے وہ ان پر قبضہ کے بدرجہ اولیٰ حقدار ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس قدر اصرار تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دق ہو کر فرمایا اَللّٰهُمَّ اَكْفِنِىْ بِلَالاً وَاَصْحَابَهٗ لیکن خود حضرت عمر کی رائے تھی کہ زمین حکومت وقت کی ملکیت ہے اور اسے یہاں کے باشندوں کے قبضے میں رہنے دیا جائے۔ حضرت علی، حضرت عثمان اور حضرت طلحہ بھی حضرت عمر کی رائے سے متفق تھے.......... اس پر مجلس شوریٰ میں کئی دنوں تک بحث ہوتی رہی اور بحث میں حصہ لینے والا ہر شخص پوری جرأت اور دلیری سے اپنا نقطہ نظر پیش کرتا رہا۔ اس پر بھی جب معاملہ کسی فیصلہ کن مرحلے تک نہ پہنچ سکا تو حضرت عمرؓ نے مزید غور وفکر کے پیش نظر مجلس شوریٰ کا اجلاس ملتوی کردیا۔ کچھ وقفہ کے بعد جب انہوں نے اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے مجلس مشاورت کا دوبارہ اجلاس بلایا تو آپ نے اپنے افتتاحی خطاب میں فرمایا۔:

باقی صفحہ نمبر 9 پرملاحظہ فرمائیں

لیڈیز کپڑے کی مکمل کولیکشن
اب آپ سے صرف ایک Click دور!
انٹرنیٹ سے ابھی چوائس کریں اور پوری دنیا میں گھر بیٹھے ڈلیوری پائیں
www.woostyles.co.uk
Terms and Conditions applied

خطبہ جمعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں وہ تمام اخلاق جمع تھے جن کا انسانی سوچ احاطہ کرسکتی ہے

(احادیث نبویہ کے حوالہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شکرگزاری کے خُلق کا حسین تذکرہ اور اس اُسوہ کو اپنانے کی نصیحت)

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ یکم اپریل2005ء بمطابق یکم شہادت1384ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلاالله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلک يوم الدين - إياک نعبد و إياک نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں وہ تمام اخلاق جمع تھے جن کا انسانی سوچ احاطہ کرسکتی ہے اور آپ کی ذات میں وہ تمام صفات جمع تھیں جن کی جھلک اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں اور انبیاء میں نظر آتی ہے یا آسکتی ہے۔ ان میں سے ایک خُلق شکرگزاری کا بھی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ ﴿شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهٖ﴾ (النحل:122) یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے انعاموں کا شکرگزار تھا۔ اور حضرت نوحؑ کے بارے میں فرمایا کہ ﴿إِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا﴾ (بنی اسرائیل:4) یعنی وہ یقیناً شکرگزار بندہ تھا۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سند صرف ان دو انبیاء کو ملی ہے اور کوئی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تو فرمایا ہے کہ آپؐ میں تو تمام انبیاء کی خوبیاں اکٹھی کردی گئی ہیں بلکہ آپؐ افضل الرسل ہیں یعنی تمام رسولوں سے بڑھ کر ہیں۔ ان تمام خوبیوں، ان تمام اخلاق، جو بھی خلق ہیں، اور ان تمام صفات کی انتہا دیکھنی ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں دیکھو۔ آپؐ کے بارے میں فرمایا ﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ (الاحزاب: 41) آپؐ کا مقام اللہ تعالیٰ کے سب سے قریب ہے۔ ان تمام اخلاق اور صفات کے اعلیٰ معیار جو پہلے انبیاء میں پائے جاتے تھے۔ یا آئندہ آنے والے میں پائے جائیں گے ان سب کی انتہا آپؐ کی ذات میں پوری ہوئی گویا کہ ان سب پر آپؐ نے اپنے نمونوں کی مہر لگادی۔ اور اب یہی نمونے ہیں جو رہتی دنیا تک قائم رہنے والے ہیں۔ پس یہ سب سے بڑی سند ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عطا فرمائی ہے۔

جیسا کہ مَیں نے پہلے ذکر کیا یہ خلق جو ہے شکرگزاری کا آج اس کے بارے میں کہوں گا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکرگزار ہونے اور بندوں کا شکریہ ادا کرنے کے لئے کیا کیا طریق آپؐ نے اختیار کئے اس پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت، ہر لمحہ اس تلاش میں رہتے تھے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے۔ کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے جس میں خدا تعالیٰ کے حضور شکر کے جذبات کے ساتھ دُعا نہ کی ہو۔ آپ کی ہر وقت یہ کوشش رہتی تھی کہ سب سے بڑھ کر عبد شکور بنیں اور اس کے لئے ہر وقت دعا مانگا کرتے تھے۔

چنانچہ روایت میں آتا ہے، عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ لَكَ شَاكِرًا وَلَكَ ذَاكِرًا یعنی اے میرے اللہ تو مجھے اپنا شکر بجالانے والا اور بکثرت ذکر کرنے والا بنادے۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰة باب ما يقول الرجل اذا اسلم)

ایک اور روایت میں آتا ہے اس میں دعا کے ساتھ یہ زائد الفاظ آتے ہیں۔ اپنے رب کے حضور یہ عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ مجھے ایسا بنادے کہ مَیں تیرا سب سے زیادہ شکر کرنے والا ہوں اور تیری نصیحت کی پیروی کرنے والا ہوں اور تیری وصیت کو یاد کرنے والا ہوں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ 250 مطبوعہ بیروت)

آئندہ جو آگے میں مثالیں پیش کروں گا ان سے پتہ لگے گا کہ آپؐ کس حد تک شکرگزاری کرتے تھے۔ کس طرح ہر وقت ہر لمحہ اس تلاش میں رہتے تھے کہ شکر کے جذبات کا اظہار کریں۔ لیکن اس کے باوجود یہ فکر ہے اور یہ دعا کررہے ہیں کہ مَیں ہمیشہ شکرگزار بندہ بنوں، شکرگزار رہنے والا بنوں۔ آپ ہر بات خواہ وہ چھوٹی سے چھوٹی ہو لیکن جس سے آپ کی ذات کو فائدہ پہنچتا ہو یا پہنچا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی ذات کا شکر ادا کیا کرتے تھے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تو سوال ہی نہیں کہ اس کا شکریہ ادا کئے بغیر رہیں۔ چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ جب بھی پہلی بارش ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے۔

اس بارے میں حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ بارش ہوئی اور آپ ﷺ نے اپنے سر سے کپڑا ہٹا دیا اور ننگے سر پر بارش لینے لگے۔ پوچھنے پر فرمایا کہ یہ میرے رب سے تازہ تازہ آئی ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ267 مطبوعہ بیروت)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ پہلی بارش پر بارش کے قطرے زبان پر لیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور اس کا شکرگزاری کا طریقہ یہی ہے کہ اس کو اپنے اوپر لیا جائے یا اس کو چکھا جائے۔

پھر اور بہت ساری باتیں ہیں مثلاً کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر کس طرح ادا کرتے تھے۔

روایت میں آتا ہے ابوسعید سے روایت ہے کہ جب بھی کوئی چیز کھاتے یا پیتے تو اس کے بعد یوں شکر ادا کیا کرتے تھے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔ (ترمذی کتاب الدعوات باب ما يقول اذا فرغ من الطعام)۔ اور کھانے بھی یہ نہیں کہ کوئی بڑے اعلیٰ مرغن قسم کے کھانے کھایا کرتے تھے بلکہ نہایت سادہ غذا تھی اور بڑے شکر کے جذبے سے ہر چیز کھا رہے تھے۔

چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے، حضرت عبداللہؓ بن سلام کہتے ہیں کہ مَیں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا آپ نے روٹی کے ایک ٹکڑے پر کھجور رکھی ہوئی تھی اور فرما رہے تھے کہ یہ کھجور اس روٹی کا سالن ہے۔ (ابوداؤد كتاب الأيمان باب الرجل يحلف ان لَا يتأدم)۔ اور اکثر یہ ہوتا تھا کہ سرکہ سے یا پانی کے ساتھ ہی روٹی تناول فرما لیا کرتے تھے۔ اور اس پر بھی اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ادا کیا کرتے تھے۔

پھر جب نیا کپڑا پہنتے تو اسے پہن کر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے۔ اس کے بداثرات سے بچنے کی دعا مانگا کرتے تھے۔ اس بارے میں حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نیا کپڑا پہنتے تو خواہ وہ عمامہ ہوتا یا قمیص ہوتی یا چادر ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ یعنی ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ کہہ کر پہنتے اور یہ دعا مانگتے کہ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ كَسَوْتَنِيْهِ أَسْأَلُكَ خَيْرَهٗ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ کہ اے اللہ ہر قسم کی تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔ تُو نے ہی مجھے پہنایا۔ میں تجھ سے اس کے خیر اور جس غرض کیلئے بنایا گیا اس کی خیر مانگتا ہوں۔ اور

تجھ سے اس کے شر اور جس غرض کے لئے یہ بنایا گیا ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

(ترمذی کتاب اللباس باب ما یقول اذالبس ثوبا جدیدًا)

اصل میں تو اس کے بہت سارے پہلو ہیں۔ ایک تو بعض دفعہ بعض کپڑوں میں اس قسم کی چیز بھی ہوتی ہے، آجکل خاص طور پر، جن سے بعض لوگوں کو الرجی بھی ہو جاتی ہے۔ یہ بھی ایک شر کا پہلو نکل جاتا ہے۔ پھر بعض لوگ بڑے اعلیٰ قسم کے سوٹ اور جوڑے سلواتے ہیں گو آپؐ میں وہ چیز تو نہیں آنی تھی لیکن اپنی امت کو سبق دینے کیلئے یہ دعا مانگتے تھے کہ اس کے شر سے بھی بچانا، کسی قسم کے کپڑے سے کبھی کسی قسم کا تکبر پیدا نہ ہو۔

پھر سوتے وقت اور نیند سے بیدار ہوتے ہوئے اللہ کی تعریف کے ساتھ یہ دعا کیا کرتے تھے۔ اس کا روایت میں یوں ذکر آتا ہے۔ حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر آرام کے لئے جاتے تو یہ دعا فرماتے کہ اے اللہ اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیَا، کہ میرا مرنا اور جینا تیرے نام کے ساتھ ہے۔ اور جب صبح ہوتی تو یہ دعا مانگتے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْر، کہ ہر قسم کی تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں مارنے کے بعد پھر زندہ کیا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ (بخاری کتاب التوحید باب السوال باسماء اللہ والاستعاذۃ)

زندگی کا کوئی پہلو نہیں تھا جس میں آپ اپنے پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو دیکھتے ہوئے اس کا شکر ادا نہ فرماتے ہوں۔ حتیٰ کہ رفع حاجت کے لئے جاتے تھے، واپسی پر شکر کے جذبات ہوتے۔ اس کا روایت میں یوں ذکر آتا ہے کہ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ جب بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو یہ دعا کرتے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الأَذٰی وَعَافَانِیْ۔ کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مضر چیز مجھ سے دور کر دی اور مجھے تندرستی عطا کی۔ (ابن ماجہ کتاب الطہارۃ باب ما یقول اِذا خرج من الخلاء)

ڈاکٹر یہ تسلیم کرتے ہیں کہ بہت سی بیماریاں جو ہیں معدے اور انتڑیوں کی وجہ سے ہوتی ہیں اور ان میں صحیح حرکت نہ ہونے کی وجہ سے۔ اجابت نہ ہونے کی وجہ سے۔ بعض اور تکلیفیں بڑھ جاتی ہیں۔ تو یہ بھی اللہ کا شکر ہے کہ ہر چیز جو جسم کا حصہ ہے، ہر عضو جو ہے وہ صحیح کام کر رہا ہو اور جو اس کا فنکشن ہے وہ پورا کر رہا ہو۔ اس پر بھی شکر کرنا چاہئے۔

پھر اللہ تعالیٰ کی عبادتوں کے اعلیٰ معیار اس لئے قائم فرمائے کہ اس کا شکر گزار بندہ بنوں۔ اس بارے میں ایک روایت میں آتا ہے، حضرت عائشہؓ یہ روایت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اس قدر لمبا قیام فرماتے تھے کہ اس کی وجہ سے آپ کے پاؤں سوج جایا کرتے تھے۔ یہ کھڑے ہو کر جو نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس پر مَیں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا آپ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ کے سارے گناہ بخشے گئے ہیں۔ پہلے بھی اور بعد کے بھی تو اب بھی اتنا لمبا قیام فرماتے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا کیا مَیں خدا کا عبد شکور نہ بنوں جس نے مجھ پر اتنا احسان کیا ہے۔ کیا مَیں اس کا شکریہ ادا کرنے کے لئے نہ کھڑا ہوا کروں۔

(بخاری کتاب التفسیر۔ سورۃ الفتح۔باب قولہ لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر)

پھر ایک روایت میں عبادت کے تعلق میں، شکر گزاری کا یہ واقعہ آتا ہے۔ عطاؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں مَیں، ابن عمرؓ اور عبیداللہؓ بن عمر کے ساتھ گئے اور ہم نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب ترین بات بتائیں جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھی ہو۔ اس پر حضرت عائشہؓ آپؐ کی یاد میں بیتاب ہو کر رو پڑیں اور کہنے لگیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو ہر ادا ہی نرالی تھی۔ پھر فرمانے لگیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میرے پاس تشریف لائے اور لیٹے بستر پر۔ پھر آپؐ نے فرمایا اے عائشہ! کیا آج کی رات تو مجھے اجازت دیتی ہے کہ اپنے ربّ کی عبادت کرلوں۔ میں نے کہا خدا کی قسم مجھے تو آپ کی خواہش کا احترام ہے اور آپ کا قرب پسند ہے۔ میری طرف سے آپ کو اجازت ہے۔ تب آپ اٹھے۔ مشکیزہ سے وضو کیا اور نماز کیلئے کھڑے ہوئے اور نماز پڑھنی شروع کی اور اس قدر روئے کہ آنسو آپ کے سینے پر گرنے لگے اور نماز کے بعد دائیں طرف ٹیک لگا کر اس طرح بیٹھ گئے کہ آپ کا دایاں ہاتھ آپ کی دائیں رخسار کے نیچے تھا۔ پھر رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ آپ کے آنسو زمین پر ٹپکنے لگے۔ فجر کی نماز کے وقت حضرت بلالؓ بلانے کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ کو اس طرح گریہ وزاری کرتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! آپ اتنا کیوں روتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ آپ کے گزشتہ اور آئندہ ہونے والے سارے گناہ بخش چکا ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا مَیں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں اور میں کیوں نہ روؤں کہ آج رات میرے رب نے یہ آیات نازل کی ہیں۔ وہ آیات ہیں آل عمران کی ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِلَاٰیٰتٍ لِّاُوْلِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ۔ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا۔ سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (آل عمران:191-192) یعنی یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، رات اور دن کے ادلنے بدلنے میں صاحب عقل لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ اور اے ہمارے ربّ تُو ہمیں آگ کے عذاب سے بھی بچانا۔

پھر دوسری روایت میں اس کا ذکر اس طرح ملتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کو اتنا رونا کیوں آرہا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے گزشتہ اور آئندہ ہونے والے گناہ بخش دیئے ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا مَیں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ اور میں ایسا کیوں نہ کروں جبکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اس رات اپنی یہ آیات نازل فرمائی ہیں ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِلَاٰیٰتٍ لِّاُوْلِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ۔ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا۔ سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (آل عمران:191-192) تک آیات پڑھیں۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کیلئے ہلاکت ہو جو یہ آیات پڑھتا ہے مگر ان پر غور و فکر نہیں کرتا۔

(تفسیر روح البیان زیر تفسیر سورۃ آل عمران آیت نمبر 191-192)

پھر دیکھیں ایک عجیب نظارہ جس سے امت کیلئے فکر اور بخشش کے جذبات کا بھی پتہ چلتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے شکر کا بھی۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکّہ سے مدینہ واپس لوٹ رہے تھے جب ہم عَزْوَرَاء مقام پر پہنچے تو آنحضورؐ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کچھ دیر دعا کی۔ پھر حضور سجدہ میں گر گئے۔ اور بڑی دیر تک سجدہ میں رہے پھر کھڑے ہوئے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ پھر سجدہ میں گر گئے۔ آپ نے تین دفعہ ایسا کیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ مَیں نے اپنے رب سے یہ دعا مانگی تھی اور اپنی امت کیلئے شفاعت کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے میری امت کی ایک تہائی کی شفاعت کی اجازت دے دی۔ میں اپنے رب کا شکرانہ بجالانے کیلئے سجدہ میں گر گیا اور سر اٹھا کر پھر اپنے رب سے امت کیلئے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے مزید ایک تہائی امت کی شفاعت کی اجازت فرمائی۔ پھر میں شکرانہ کا سجدہ بجالایا۔ پھر سر اٹھایا اور امت کیلئے اپنے رب سے دعا کی۔ تب اللہ تعالیٰ نے میری امت کی تیسری تہائی کی بھی شفاعت کیلئے مجھے اجازت عطا فرمادی۔ اور میں اپنے رب کے حضور سجدہ شکر بجالانے کیلئے گر گیا۔ تو اس عبد شکور کے شکر کے جذبات کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو شفاعت کا حق عطا فرمادیا۔ (ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی سجود الشکر)

پھر ایک روایت میں آپ کے شکر کے جذبات کے پہلو کا یوں پتہ چلتا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے۔ مَیں ان کے پیچھے گیا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں پہنچ گئے۔ وہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گر گئے اور بہت لمبا سجدہ کیا۔ یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے شاید آپ کی روح قبض کر لی ہے۔ میں آپ کو دیکھنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا تو آپ اٹھ بیٹھے اور فرمایا عبدالرحمٰن کیا بات ہے؟ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! آپ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض تو نہیں کر لی۔ آپؐ نے فرمایا مجھے جبریل نے یہ خوشخبری سنائی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے حق میں فرماتا ہے کہ جو آپ پر درود بھیجے گا میں اس پر اپنی رحمتیں نازل کروں گا اور جو آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلامتی بھیجوں گا۔ یہ سن کر مَیں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر بجالایا ہوں۔ (مسند احمد حدیث عبدالرحمن بن عوف)

اللہ تعالیٰ کا شکر اس لئے بجالا رہے ہیں، اتنا لمبا سجدہ اس لئے کر رہے ہیں کہ ایک تو اُمّت کو آپ

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

کیلئے دعاؤں اور درود کی ترغیب دی جا رہی ہے یہ کہہ کے کہ درود بھیجنے والے پر فضل ہوگا۔ دوسرے اس وجہ سے سجدہ شکر بجالا رہے ہیں کہ اس درود کی وجہ سے امت کے بھی بخشش کے سامان پیدا ہو رہے ہیں۔ پھر اگر غیر قوموں میں بھی شکرانے کے طریق کو دیکھا تو اس پر بھی عمل کرنے کی کوشش فرمائی بلکہ عمل کیا تا کہ اللہ تعالیٰ کے شکر ادا کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جائے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ایسے یہودیوں کے پاس سے گزرے جنہوں نے یوم عاشورہ کے روز کا روزہ رکھا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا یہ کیسا روزہ ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ آج کے دن ہی اللہ نے موسیٰ اور بنی اسرائیل کو غرق ہونے سے بچایا تھا۔ اور اس روز فرعون غرق ہوا تھا، نوح کی کشتی جُودی پہاڑ پر رکی تھی۔ نوح علیہ السلام نے اور موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے شکرانے کے طور پر اس دن روزہ رکھا تھا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں موسیٰ کے ساتھ تعلق کا سب سے زیادہ حقدار ہوں اور اسی وجہ سے اس دن روزہ رکھنے کا بھی میں زیادہ حقدار ہوں۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور اپنے صحابہ کو بھی عاشورہ کا روزہ رکھنے کا فرمایا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 2صفحہ 359-360 مطبوعہ بیروت)

تو یہاں یہ سوال نہیں کہ دوسری قوموں یا مذہب والوں کا طریق ہے، کیا ضرورت ہے کرنے کی۔ بلکہ نیک کام اور شکرانے کے طور پر جو کام ہو رہا تھا اس طرف آپ کی توجہ پیدا ہوئی۔

پھر اللہ تعالیٰ کے حضور ہمیں آپ کے شکر کا ایک اور عجیب نظارہ نظر آتا ہے۔ جب فتح مکہ ہوئی۔ عموماً فاتح قوم، فتح کے بعد جو مفتوح ہوتا ہے، (جس کو فتح کیا جاتا ہے) اس کے شہر اور ملک جو ہیں ان میں بڑے رعب اور دبدبے سے داخل ہوتے ہیں، فخر سے داخل ہوتے ہیں۔ لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس موقعہ پر بھی شکر گزاری کے جذبات لئے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے۔

روایت میں آتا ہے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذی طویٰ مقام پر پہنچے تو سرخ یمنی کپڑے کا عمامہ باندھے اپنی سواری پر ٹھہر گئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح دے کر آپ کی کس قدر عزت افزائی فرمائی ہے تو حضور نے تواضع اور شکر گزاری سے اپنا سر اس قدر جھکایا کہ یوں لگتا تھا کہ آپ کی ریش مبارک سواری کے کجاوے سے چھو جائے گی۔ (السیرۃ النبویۃ لأبن ھشام ۔ذکر فتح مکہ ۔ وصول النبی الی ذی طویٰ)۔ اتنا جھک گئے تھے کہ جس سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے اس کا جو آگے ابھار تھا اس پر جا کر آپ کی داڑھی لگ رہی تھی۔ اس جیسی روایات میں بہت ساری ایسی مثالیں ملتی ہیں جو آپ کے عمل کے کئی کئی خُلق ظاہر ہو رہے ہوتے ہیں۔

پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ بندوں کے لئے آپ کی شکر گزاری کے جذبات کس قدر ہوتے تھے۔ کسی سے فائدہ پہنچتا تھا تو اس کا کس قدر شکر ادا کیا کرتے تھے، ایسی عجیب عجیب مثالیں نظر آتی ہیں خوشی غمی کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ذرا سے بھی کام آنے والے کے جذبات کی بے انتہا قدر کیا کرتے تھے۔ ان کا خیال رکھا کرتے تھے۔ پھر اپنے ساتھ براہ راست تعلق والوں کا ہی نہیں (اپنے ساتھ جو واقعہ ہو اس سے نہیں) بلکہ اپنے قریبی سے تعلق رکھنے والوں کیلئے بھی بے انتہا شکر گزاری کے جذبات رکھا کرتے تھے اور ان کا خیال رکھا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پرانے ساتھیوں میں سے تھے، دوستوں میں سے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر خوشی و غمی میں، تکلیف میں، رنج کے موقعہ پر، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا تھا۔ ان کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے نازک احساسات رکھتے تھے کہ برداشت نہیں تھا کہ حضرت ابوبکر کے بارے میں کوئی ایسی بات کہے جس سے ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچے۔ اور یہ سب کچھ شکر گزاری کے جذبات کی وجہ سے تھا کہ اس شخص نے دوستی کا حق نبھایا ہے اور قربانیوں میں پیش پیش رہے ہیں اس لئے یہ برداشت نہیں تھا کہ ان کو کوئی تکلیف پہنچے۔

چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ ایک صحابی کا حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اختلاف ہو گیا۔ حضورؐ کو پتہ چلا تو آپ نے فرمایا جب اللہ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث کیا تو تم سب نے مجھے جھوٹا کہا اور ابوبکر نے میری سچائی کی گواہی دی اور اپنی جان اور مال سے میری مدد کی۔ کیا تم میرے ساتھی کی دل آزاری سے باز نہیں رہ سکتے۔ پھر ایک دفعہ اپنی وفات کے قریب فرمایا کہ لوگوں میں سے ہمہ وقت موجودگی اور مال کے ساتھ مجھ پر سب سے زیادہ احسان ابوبکر نے کیا ہے۔ فرمایا مسجد نبوی میں کھلنے والی تمام کھڑکیاں بند کر دی جائیں سوائے ابوبکر کی کھڑکی کے۔ (بخاری کتاب المناقب ۔باب فضائل ابی بکر)

پھر حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بڑے اچھے انداز اور تعریفی انداز میں ذکر فرمایا کرتے تھے۔ ایک روز میں نے اس بات سے غیرت کھاتے ہوئے کہا کہ آپ کیا ہر وقت اس بڑھیا کا ذکر کرتے رہتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہتر بیویاں عطا کیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو انہوں نے مجھے قبول کیا۔ جب لوگوں نے میرا انکار کیا تو وہ ایمان لائیں۔ جب لوگوں نے مجھے مال سے محروم کیا تو انہوں نے اپنے مال سے میری مدد کی اور اللہ نے انہیں سے مجھے اولاد بھی عطا فرمائی (مسند احمد جلد6صفحہ 117)

بیوی کا جو تعلق تھا وہ تو تھا ہی لیکن وہ ایسی وفا شعار بیوی تھیں جنہوں نے سب کچھ آپ پر قربان کر دیا تھا اور آپ جو سب سے زیادہ شکر گزار انسان تھے، یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ اس احسان کو بھول لیں جو اس وقت حضرت خدیجہؓ نے کیا تھا۔

پھر تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے 13ویں سال میں، حضور کی ہجرت سے قبل مدینہ سے ستّر لوگوں نے حضور کے ہاتھ پر بیعت کی اور کہا کہ جب حضور مدینہ تشریف لائیں گے تو ہم اپنی جانوں کی طرح حضور کی حفاظت کریں گے۔ اس موقعہ پر ایک صحابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مدینہ کے یہود کے ساتھ ہمارے پرانے تعلقات ہیں آپ کا ساتھ دینے سے وہ منقطع ہو جائیں گے، کٹ جائیں گے، ختم ہو جائیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ جب اللہ آپ کو غلبہ دے تو آپ ہمیں چھوڑ کر مکہ واپس آ جائیں۔ تو حضورؐ نے فرمایا: نہیں، نہیں۔ ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ تمہارا خون میرا خون ہوگا۔ تمہارے دوست میرے دوست اور تمہارے دشمن میرے دشمن۔

(سیرت ابن ھشام جلد 2صفحہ 85مطبع مصطفی مصر 1936)

آپ میں تو شکر گزاری اور احسان مندی انتہا کی تھی۔ یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ مہاجرین پر انصار کے احسانوں کو یاد نہ رکھتے۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ آپ نے نہ صرف اس کو یاد رکھا بلکہ خوب خوب نبھایا۔ اپنے آپ کو انصار ہی کا ایک حصہ قرار دیا۔

چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ جنگ حنین کے بعد مال غنیمت کی تقسیم پر جب ایک انصاری نے اعتراض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دردناک خطاب کیا۔ فرمایا کہ اگر تم یہ کہو کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تُو اس حال میں آیا کہ تُو جھٹلایا گیا تھا اور ہم نے اس وقت تیری تصدیق کی۔ اور تجھے جب اپنوں نے دھتکار دیا تو ہم نے اس وقت تجھے قبول کیا اور پناہ دی تھی۔ تُو ہمارے پاس اس حال میں آیا کہ مالی لحاظ سے بہت کمزور تھا اور ہم نے تجھے غنی کر دیا۔ اگر تم یہ کہو تو میں تمہاری ان باتوں کی تصدیق کروں گا۔ اے انصار! اگر لوگ مختلف گھاٹیوں یا وادیوں میں سفر کر رہے ہوں تو میں اس وادی اور گھاٹی میں چلوں گا جس میں تم انصار چلو گے۔ اگر میرے لئے ہجرت مقدر نہ ہوتی تو میں تم میں سے کہلانا پسند کرتا۔ تم تو میرے ایسے قریب ہو جیسے میرے وہ کپڑے جو میرے بدن کے ساتھ چمٹے رہتے ہیں اور باقی لوگ میری اوپر کی

تبرکات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام تبرکات کو تاریخی طور پر مستند قرار دینے کے لئے اعلان ھذا کے ذریعہ ایسے احباب جماعت جن کی تحویل میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی تبرک ہے گزارش کی جاتی ہے کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح کی قائم فرمودہ کمیٹی کو درج ذیل ایڈریس پر اطلاع بھجوا کر ممنون فرمائیں۔ اطلاع آنے پر ان احباب کی خدمت میں ایک فارم بھجوایا جائے گا جسے پُر کر کے وہ کمیٹی کو واپس بھجوائیں گے۔ اس صورت میں کمیٹی ان تبرکات کا اندارج اپنے ریکارڈ میں محفوظ کر سکے گی۔

سیکرٹری تبرکات کمیٹی

دفتر نظارت تعلیم ۔صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ

Tel: 00 92 4524 212473

Fozman Foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 8553-3611

چادر کی طرح ہیں۔(مسند احمد بن حنبل جلد3 صفحہ 76)

پس یہ شکر گزاری کے جذبات ہی تھے جن کی وجہ سے آپ نے انصار کو اپنے قریب ترین ہونے کا اعزاز بخشا۔

پھر تاریخ میں ہمیں آپ کی احسان مندی اور شکر گزاری کی ایک اور اعلیٰ مثال یوں ملتی ہے کہ جب مسلمانوں پر مکّہ میں طرح طرح کے مصائب ڈھائے گئے تو انہوں نے خدا تعالیٰ کے اِذن سے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ مسلمان ادھر چلے گئے۔اس وقت شاہ حبشہ نے ان کو اپنے ملک میں پناہ دی۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بادشاہ نجاشی کے اس احسان کو ہمیشہ یاد رکھا اور ہر موقعہ پر آپ نے اس احسان کی شکر گزاری کا اظہار اپنے عمل سے، اپنے قول سے، اپنی باتوں سے کیا۔ چنانچہ جب نجاشی کا وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے استقبال کیلئے خود کھڑے ہوئے اور آپ کے صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم کافی ہیں۔آپ نے فرمایا وہ ہمارے ساتھیوں کے ساتھ بڑے اخلاق سے پیش آتے تھے۔ بڑی عزت کی تھی اور ان کو اپنے پاس رکھا تھا۔تو میں پسند کرتا ہوں کہ ان کے اس احسان کا بدلہ خود اتاروں۔ (سیرت النبویة لابن هشام جلد ثانی صفحه 31باب هجرة من هاجر من اصحاب رسول الله من مكة الى ارض حبشه فراربدينهم من الفتننة)

پھر ایک واقعہ کا یوں ذکر ہے کہ جب جنگ بدر کے موقعہ پر قیدی لائے گئے تو ان میں حضرت عباس بھی تھے اور آپ کے تن پر کوئی کپڑا نہیں تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے کوئی قمیص تلاش کی لیکن چونکہ وہ لمبے قد کے تھے کسی کی قمیص پوری نہیں آتی تھی۔تو صحابہ نے جب یہ دیکھا تو پھر عبداللہ بن ابی بن سلول کی قمیص آپ کو پوری آسکتی تھی وہ لمبے قد کا تھا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔اس پر حضور نے اس کی قمیص لے کر آپ کو پہنا دی۔تو باوجود اس کی بعد کی بے انتہا بدزبانیوں اور بدنیتوں اور بدطینتی کے حملوں کے، روایت میں آتا ہے کہ اس کی وفات پہ جب اسے قبر میں اتارا گیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ نے اس کو باہر نکالنے کا حکم دیا اور اس کا سر اپنے گھٹنے پر رکھا اور اس کو اپنا لعاب لگایا اور اس کے احسان کا بدلہ چکاتے ہوئے اسے اپنی قمیص پہنائی۔

(بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب قول النبی ﷺ لو كنت متخذا خليلا)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خادموں کو بھی ان کی خدمت کی وجہ سے شکر گزاری کے جذبات کے ساتھ دعا دیا کرتے تھے۔ چنانچہ غزوۂ خیبر کے واقعہ میں ذکر آتا ہے کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ سے شادی کی تو شادی والی رات حضرت ابوایوب خالدؓ بن زید نے رات بھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کے باہر پہرہ دیا۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح بیدار ہوئے اور دیکھا کہ ابوایوب باہر پہرہ دے رہے ہیں تو ان سے پوچھا: مَالَکَ یَا اَبَا اَیُّوب؟ کہ ابوایوب خیریت تو ہے؟ کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ کے بارے میں اس عورت سے خدشہ محسوس ہوا کہ کہیں یہ آپ کو نقصان نہ پہنچائے کیونکہ جنگ خیبر میں آپ نے اس کے باپ، اس کے خاوند اور اس کے لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے اور اس نے نیا نیا اسلام قبول کیا ہے اس لئے مجھے اس کی طرف سے آپ کے متعلق خوف پیدا ہوا۔راوی بیان کرتے ہیں کہ ان کا یہ اخلاص دیکھ کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْ اَبَا اَیُّوبَ کَمَا بَاتَ یَحْفَظُنِی کہ اے اللہ تو ابوایوب کی اس طرح حفاظت فرما جس طرح اس نے رات بھر میری حفاظت کی ہے۔

(الروض الأنف جلد 4صفحه85باب ابوايوب يحرس الرسول ليلة بنيأئه بضته)

پھر ایک اور خادم کی خدمت پر اس کو دعا دینے کے واقعہ کا یوں ذکر ملتا ہے۔حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ بیت الخلاء میں گئے تو مَیں نے آپؐ کے لئے پانی رکھا۔ (جانے سے پہلے پانی رکھ دیا وہاں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کس نے رکھا ہے تو آپ کو بتایا گیا کہ ابن عباس نے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی کہ اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ کہ اے اللہ اس کو دین کی سمجھ بوجھ عطا کر۔ (بخاری کتاب الوضوء باب وضع الماء عند الخلاء)

دیکھیں تھوڑی سی خدمت پر کتنی جامع دعا آپ نے دی۔ پھر ایک روایت میں آتا ہے۔اسماعیل بن ابراہیم بن عبداللہ بن ابی ربیعہ اپنے والد اور اپنے دادا کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس ہزار درہم مجھ سے بطور قرض لئے۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال آیا تو آپ نے مجھے رقم لوٹا دی اور دعا دیتے ہوئے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تیرے اہل اور مال میں برکت دے۔ نیز فرمایا قرض دینے کا بدلہ شکریہ کے ساتھ ادائیگی ہے۔ (سنن النسائی کتا ب البیوع باب الاستقراض)

اکثر ایسا ہوتا تھا کہ آپ قرض لوٹاتے تھے تو زائد رقم بھی عطا فرما دیا کرتے تھے اور یہ اسوہ آپ نے اس لئے قائم کیا کہ جنہوں نے قرض لیا ہوا ہے وہ جب واپس کریں تو احسن طریق سے واپس کریں۔

پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی دستور تھا کہ جب کوئی خوشی کی خبر ملتی تو فرماتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ۔کہ سب تعریف اس خدا کے لئے ہے جس کی نعمت سے نیکیاں کمال کو پہنچتی ہیں اور جب کوئی ایسا معاملہ پیش آتا جسے آپ ناپسند فرماتے تو یہ دعا کرتے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ مَیں ہر حال میں اللہ کی حمد کرتا ہوں۔(کنزالعمال جلد 4 صفحہ27)

اور یہ شکر گزاری کے جذبات آپ اپنی امت میں بھی پیدا کرنا چاہتے تھے اور آپ کی یہ خواہش تھی کہ آپ کی امت کا ہر فرد اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بنے۔اور اللہ کی تعریف کرنے والا اور اس کی حمد بیان کرنے والا بنے۔

چنانچہ حضرت انسؓ بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ جب کبھی کوئی بندہ کھانے کا لقمہ کھائے تو اس پر اللہ کی حمد بیان کرے اور جب پانی کا گھونٹ پیئے تب بھی اس پر اللہ کی حمد بیان کرے یعنی چھوٹی سے چھوٹی نعمت پر بھی اللہ کی حمد اور شکر کرے۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے پوچھا کہ اب کیا حال ہے اس نے کہا اچھا ہوں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پوچھا کہ اب کیا حال ہے۔اس نے کہا اچھا ہوں۔ پھر تیسری دفعہ پوچھا اس سے۔تو اس نے کہا کہ اچھا ہوں اور خدا کی حمد و شکر ادا کرتا ہوں۔اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں یہی مَیں چاہتا ہوں کہ تم اس طرح کہو۔(الطبرانی)

تو یہ نصیحت تھی سب امت کو کہ اس طرح شکر ادا کرتے ہوئے اپنا حال بتانا چاہئے۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تعریف کرتے ہوئے اور شکر کرتے ہوئے زندگی گزارنی چاہئے۔آپ اپنے پیاروں کے بارے میں ہمیشہ یہ پسند فرماتے تھے کہ وہ شکر گزار بنیں۔

چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ معاذؓ بن جبل کہتے ہیں ایک دفعہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے معاذ بخدا مَیں تم سے محبت کرتا ہوں اور اے معاذ میری تمہیں یہ نصیحت ہے کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا کرنا کبھی نہ بھولنا کہ اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ یعنی اے میرے اللہ مجھے توفیق بخش کہ میں تیرا ذکر کروں اور تیرا شکر کروں اور احسن رنگ میں تیری عبادت کروں۔ (ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ ۔باب فی الاستغفار)

پھر آپ ہمیں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس نے کھانا کھایا اور اس نے دعا کی کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ ھٰذَا وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِنِّی وَلَا قُوَّۃٍ غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ یعنی سب تعریف اللہ کی ہے جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور مجھے یہ رزق بغیر اس کے کہ میری کسی طاقت یا قوت کا دخل ہو عطا فرمایا۔تو اس سے اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(ترمذی ۔کتاب الدعوات ۔باب ما یقول اذا فرغ من الطعام)

پس شکر گزاری کے جذبات ہی ہیں جو گناہوں کی بخشش کے بھی سامان کرتے ہیں اور پھر اس وجہ

سیٹلائٹ

سو سال پہلے

تاریخ احمدیت سے 1905ء کے اہم واقعات اور تائیدات الٰہیہ پر ایک نظر

(حبیب الرحمن زیروی)

قسط نمبر 5

قرب وصال سے متعلق الہامات و رؤیا۔ ’’الوصیت‘‘ کی تصنیف واشاعت اور نظام خلافت کے قیام کی پیشگوئی

اللہ تعالیٰ نے ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ظاہر فرمایا کہ آخری حصہ زندگی کا یہی ہے جواب گزر رہا ہے۔ چنانچہ ۱۸/ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو حضور نے رؤیا میں دیکھا کہ ’’ایک کوری ٹنڈ میں کچھ پانی مجھے دیا گیا ہے۔ پانی صرف دو تین گھونٹ باقی اس میں رہ گیا ہے لیکن بہت مصفّٰی اور مقطر پانی ہے۔‘‘ اس کے ساتھ ہی الہام ہوا ’’آب زندگی‘‘ پھر الہام ہوا ’’خدا کی طرف سے سب پر اداسی چھا گئی۔‘‘ دسمبر ۱۹۰۵ء میں صاف بتایا گیا قَرُبَ اَجَلُکَ الْمُقَدَّر (یعنی تیری اجل مقدر آ گئی ہے) بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ اس دن سب پر اداسی چھا جائے گی۔ یہ ہوگا یہ ہوگا بعد اس کے تمہارا واقعہ ہوگا۔ تمام حوادث اور عجائبات قدرت دکھلانے کے بعد تمہارا حادثہ آئے گا۔

اس پر آپ نے ’’الوصیت‘‘ نام کے ماتحت ایک وصیت لکھ کر شائع فرمائی اور اس میں ان سارے الہامات کو درج کر کے اس بات کو ظاہر کیا کہ اب میری وفات کا وقت قریب ہے اور آپ نے اپنی تعلیم کا خلاصہ بیان کر کے جماعت کو نصیحت فرمائی کہ وہ آپ کے بعد آپ کی لائی ہوئی تعلیم پر قائم رہے اور درمیانی ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی سنت اللہ کے ماتحت ضروری ہوتا ہے۔ اور آپ نے لکھا کہ نبی کا کام صرف تخم ریزی تک محدود ہوتا ہے۔ پس میرے ذریعہ سے یہ تخم ریزی ہو چکی ہے اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر اک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ آپ نے یہ بھی لکھا کہ بسا اوقات ایک نبی کی وفات ایسے وقت میں ہوتی ہے جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے اندر رکھتا ہے اور مخالف لوگ ہنسی اور ٹھٹھا اور طعن و تشنیع سے کام لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بس اب یہ سلسلہ مٹ گیا۔ اور بعض کمزور مومن بھی ڈگمگانے لگتے ہیں۔ تب خدا اپنی دوسری قدرت کو ظاہر فرماتا ہے اور خلفاء کے ذریعہ بظاہر گرتی ہوئی عمارت کو سنبھال کر اپنی طاقت اور نصرت کا ثبوت دیتا ہے اور دشمن کی خوشی خاک میں مل جاتی ہے۔

’’الوصیت‘‘ میں حضور نے جماعت کو یہ وصیت بھی فرمائی کہ:۔

’’خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا، ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے مَیں دنیا میں بھیجا گیا۔ سوتم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔‘‘

بہشتی مقبرہ کا قیام

حضور نے خدائی بشارت کے ماتحت ایک مقبرہ کی تجویز بھی کی جس کے متعلق حضور کا منشاء تھا کہ اس میں ان صادق الارادت لوگوں کی قبریں ہوں۔ جنہوں نے اپنی زندگی نیکی، تقویٰ اور طہارت میں گزاری ہو اور مالی اور جانی قربانیوں میں ایک شاندار مثال قائم کی ہو اور اس مقبرہ کا نام حضور نے الٰہی منشا کے ماتحت بہشتی مقبرہ رکھا۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

’’مجھے ایک جگہ دکھائی گئی کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہوگی۔ ایک فرشتہ میں نے دیکھا کہ وہ زمین کو ناپ رہا ہے تو ایک مقام پر پہنچ کر اس نے مجھے کہا کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہے پھر ایک جگہ مجھے ایک قبر دکھائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اس کی تمام مٹی چاندی کی تھی۔ تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے اور ایک جگہ مجھے دکھائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں۔

بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کے شرائط

اس مقبرہ میں دفن ہونے کیلئے حضور نے وحی خفی کے ماتحت چند شرطیں بھی لگا دیں جو حسب ذیل ہیں:۔

ا۔ پہلی شرط یہ ہے کہ ہر ایک شخص جو اس قبرستان میں دفن ہونا چاہتا ہے۔ اپنی حیثیت کے لحاظ سے ان مصارف کے لئے چندہ داخل کرے۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ تمام جماعت میں سے اس قبرستان میں وہی مدفون ہوگا۔ جو یہ وصیت کرے کہ جو اس کی موت کے بعد دسواں حصہ اس کے تمام ترکہ کا حسب ہدایت اس سلسلہ کے اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام قرآن میں خرچ ہوگا اور ہر ایک صادق الایمان کو اختیار ہوگا کہ اپنی وصیت میں اس سے بھی زیادہ لکھ دے، لیکن اس سے کم نہیں ہوگا۔

۳۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس قبرستان میں دفن ہونے والا متقی ہو۔ اور محرمات سے پرہیز کرتا ہو اور کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کرتا ہو۔ سچا اور صاف مسلمان ہو۔

ان شرائط کے علاوہ حضور نے آخر میں ایک امر کا اضافہ ان الفاظ میں بھی کیا ہے کہ:

’’ہر ایک صالح جو اس کی کوئی بھی جائیداد نہیں۔ اور کوئی مالی خدمت نہیں کرسکتا۔ اگر یہ ثابت ہو کہ وہ دین کے لئے اپنی زندگی وقف رکھتا تھا اور صالح تھا تو وہ اس قبرستان میں دفن ہوسکتا ہے۔‘‘

انجمن کار پردازان مصالح قبرستان کا قیام

حضور نے اس مقبرہ کے انتظام کیلئے ایک انجمن بھی قائم فرمائی جس کا نام ’’انجمن کار پردازان مصالح قبرستان‘‘ رکھا۔ حضرت اقدس نے اس انجمن کا صدر حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب کو مقرر فرمایا۔ اور اس بات کو لازمی قرار دیا کہ کم از کم دو ممبر اس انجمن کے عالم دین ہونے چاہئیں۔ حضور نے اس امر کی بھی تصریح فرمائی کہ اس مقبرہ کے قیام کا یہ مطلب نہیں۔ کہ یہ زمین کسی کو بہشتی بنا دے گی بلکہ مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ایسا تصرف کرے گا کہ بہشتی ہی اس مقبرہ میں دفن ہوسکے گا۔ (حیات طیبہ صفحہ ۳۰۶)

نظام نو کی بنیاد

تحریک الوصیت دراصل دنیا کے نظام نو کی بنیاد ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ۱۹۴۲ء میں اس کی وضاحت میں فرمایا تھا:

’’جب وصیت کا نظام مکمل ہوگا تو صرف تبلیغ ہی اس سے نہ ہوگی بلکہ اسلام کے منشاء کے ماتحت ہر فرد بشر کی ضرورت کو اس سے پورا کیا جائے گا اور دکھ اور تنگی کو دنیا سے مٹا دیا جائے گا۔ انشاء اللہ یتیم بھیک نہ مانگے گا۔ بیوہ لوگوں کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے گی۔ بے سامان پریشان نہ پھرے گا۔ کیونکہ وصیت بچوں کی ماں ہوگی۔ جوانوں کی باپ ہوگی۔ عورتوں کا سہاگ ہوگی۔ اور جبر کے بغیر محبت اور دلی خوشی کے ساتھ بھائی بھائی کی اس کے ذریعہ سے مدد کرے گا اور اس کا دینا بے بدلہ نہ ہوگا بلکہ ہر دینے والا خدا تعالیٰ سے بہتر بدلہ پائے گا۔ نہ امیر گھاٹے میں رہے گا نہ غریب۔ نہ قوم قوم سے لڑے گی بلکہ اس کا احسان سب دنیا پر وسیع ہوگا۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد دوم 441)

صدر انجمن احمدیہ کی بنیاد

’’بہشتی مقبرہ‘‘ کی آمد کی حفاظت، اسے فروغ دینے اور خرچ کرنے کے لئے حضور نے ایک انجمن بنائی جس کا نام ’’انجمن کار پردازان مصالح بہشتی مقبرہ‘‘ تجویز فرمایا اور اس سلسلہ میں بعض خاص ہدایات دے کر الوصیت کے ساتھ بطور ضمیمہ درج کر کے لکھا کہ ’’یہ ضروری ہوگا کہ مقام اس انجمن کا ہمیشہ قادیان رہے کیونکہ خدا نے اس مقام کو برکت دی ہے۔‘‘ یہ انجمن کوئی دنیوی یا جمہوری طرز کی کوئی انجمن نہیں تھی بلکہ ان اموال کی حفاظت اور توسیع اور اشاعت اسلام کی غرض سے بنائی گئی تھی جو نظام الوصیت کے نتیجہ میں جماعت کو عطا ہونے والے تھے۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے مشورہ دیا کہ بہشتی مقبرہ والی انجمن کو قانونی وسعت دے کر دوسرے جماعتی اداروں (مثلاً ریویو آف ریلیجنز اور مدرسہ تعلیم الاسلام وغیرہ) کو بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا جائے اور اس کا نام صدر انجمن احمدیہ رکھا جائے۔ جماعتی تنظیم کے اعتبار سے یہ ایک معقول اور مفید تجویز تھی اس لئے حضور نے اسے قبول بھی فرما لیا اور اس کے قواعد وضوابط تجویز کر لئے گئے جو ’’الحکم‘‘ اور ’’بدر‘‘ میں جماعت کی اطلاع کے لئے شائع بھی کر دیئے گئے۔ اس طرح اصل ’’انجمن کار پرداز مصالح قبرستان‘‘ میں ہی دوسرے تمام جماعتی ادارے مدغم کر کے موجودہ صدر انجمن احمدیہ کی بنیاد پڑی۔ اور قواعد وضوابط کے مطابق پہلی وصیت بابا محمد حسن صاحب اوجلوی کی منظور کی گئی۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 441)

صدر انجمن کی جانشینی کا مطلب

حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے کہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے۔ حضور کے اس فقرہ سے بعض لوگ یہ استدلال کرتے ہیں کہ جب حضور نے وصایا کے مال کی وصولی اور اشاعت وخدمت اسلام پر خرچ کرنے اور جماعت کے نظام کے لئے اپنے بعد ایک انجمن تجویز فرمائی۔ جسے اپنا جانشین قرار دیا اور جس کے فیصلہ کو جو کثرت رائے سے ہو جائے۔ اپنی وفات کے بعد قطعی قرار دیا تو ظاہر ہے کہ تمام جماعت کی مطاع وہی انجمن ہوئی اور اس کی کثرت رائے سے جو فیصلہ ہو اس کی اطاعت کرنا افراد جماعت کیلئے لازم ہوگا۔ معترضین کے اس استدلال کے جواب میں اس امر کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئے کہ حضرت اقدس نے رسالہ الوصیت میں جماعت کے نظام کو چلانے کیلئے دو چیزوں کو ضروری قرار دیا ہے۔

ا۔ قدرت ثانیہ کو جو حضور کی زندگی میں موجود نہیں تھی۔ کیونکہ اس کا آنا حضور کے وصال کے بعد ہی مقدر تھا اور اس نے وہی کام کرنا تھا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا اور ظاہر ہے کہ اسے خلافت کے سوا اور کوئی نام نہیں دیا جاسکتا۔

۲۔ انجمن کو جو حضور کی زندگی میں قائم کی گئی۔ مگر حضرت اقدس نے اس کے سپرد صرف یہ کام کیا تھا کہ وہ چندوں کی وصولی اور ان کے خرچ کیلئے مناسب تجاویز سوچا کرے اور حسب ہدایت سلسلہ خرچ کیا کرے۔

چنانچہ حضرت اقدس کے وصال کے موقعہ پر تمام جماعت میں سے کسی شخص کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ حضرت اقدس کے بعد سلسلہ خلافت جاری نہیں ہوگا اور انجمن آپ کی خلیفہ ہوگی۔ چنانچہ جن لوگوں نے بعد کو سلسلہ خلافت سے انکار کیا ہے انہوں نے بھی حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحبؓ کے دست حق پرست پر حضرت اقدس علیہ السلام کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے آپ کی بیعت کی اور اسے ’’مطابق رسالہ الوصیت‘‘ قرار دیا اور انہوں نے اس امر کو اپنے دستخطوں کے ساتھ ساری جماعت میں شائع کیا۔

(حیات طیبہ صفحہ 307)

(باقی آئندہ شمارہ میں)

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز۔ ربوہ
☆ ریلوے روڈ: 0092 4524 214750
☆ اقصیٰ روڈ: 0092 4524 212515
SHARIF JEWELLERS
RABWAH - PAKISTAN

سے مزید نیکیاں کرنے کی توفیق بھی پیدا ہوتی ہے۔

پھر آپ نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ حضرت نعمانؓ بن بشیر سے روایت ہے۔ حضورؐ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا؛ جو تھوڑے پر یعنی چھوٹی بات پر شکر نہیں کرتا وہ بڑی نعمت پر بھی شکر ادا نہیں کرتا اور جو بندوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کیا کرتا۔ اور نعماء الٰہیہ کا ذکر کرتے رہنا شکر گزاری ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں ہیں انسان کے اوپر ان کا ہر وقت شکر ادا کرتے رہنا چاہئے۔' اور اس کا ذکر نہ کرنا کفر اور ناشکری ہے۔ اور جماعت ایک رحمت ہے اور تفرقہ بازی عذاب ہے۔' اس پر بھی شکر کرنا چاہئے کہ ایک جماعت سے منسلک ہے انسان۔ پھر امت کو دنیا کی لالچوں سے دور رہنے اور اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بننے کیلئے آپ نے اس طرح نصیحت فرمائی ہے کہ' تم میں سے جو کم درجے والا یا کم وسائل والا ہے تم اس کی طرف دیکھو اور اس شخص کی طرف نہ دیکھو جو تم میں سے اوپر اور اچھی حالت میں ہے'۔ یہ بھی شکر کا ایک انداز ہے اور انسان نچلے کی طرف دیکھنے کی بجائے اوپر والے کی طرف نگاہ کرے تو اس سے حسد پیدا ہوتا ہے اور اگر نیچے والے کو دیکھے تو اس سے شکر پیدا ہوتا ہے۔' یہ طریق اختیار کرنا چاہئے جو تمہیں اس لائق بنادے گا۔ تم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری نہیں کرو گے'۔ (مسلم کتاب الزھد)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

'' یہ اللہ تعالیٰ کا کمال فضل ہے کہ اس نے کامل اور مکمل عقائد صحیحہ کی راہ ہم کو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بدوں مشقت اور محنت کے دکھائی ہے'' بغیر کسی محنت اور مشقت کے دکھا دی ہے۔'' وہ راہ جو آپ لوگوں کو اس زمانے میں دکھائی گئی ہے بہت سے عالم ابھی تک اس سے محروم ہیں۔ پس خدا تعالیٰ کے اس فضل اور نعمت کا شکر کرو اور وہ شکر یہی ہے کہ سچے دل سے ان اعمال صالحہ کو بجالاؤ جو عقائد صحیحہ کے بعد دوسرے حصے میں آتے ہیں اور اپنی عملی حالت سے مدد لے کر دعا مانگو کہ وہ ان عقائد صحیحہ پر ثابت قدم رکھے اور اعمال صالحہ کی توفیق بخشے''۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ94-95 جدید ایڈیشن)

اللہ کرے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر چلنے کی کوشش کرنے والے ہوں جو آپ نے ہمارے سامنے قائم فرمایا اور ان نصیحتوں پر عمل کرنے والے ہوں جو شکر گزار بندہ بننے کے لئے آپ نے ہمیں فرمائیں۔ اور جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ دعا مانگو کیونکہ دعاؤں کے ساتھ ہی ان پر عمل کرنے کی بھی توفیق ملے گی۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے۔

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

ضرورت معاونین برائے جلسہ سالانہ U.K.2005ء

نہایت مسرت کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ U.K. 2005ء کی بروز جمعۃ، ہفتہ، اتوار بتاریخ 29، 30 اور 31 جولائی 2005ء کے انعقاد کی منظوری عطا فرمائی ہے جو کہ امسال ٹلفورڈ اسلام آباد کی بجائے بمقام Rushmoor Arena - Aldershot منعقد ہوگا۔ جلسہ کے انتظامی امور کے لئے اس دفعہ زیادہ معاونین کی ضرورت ہے۔ خداوند تعالیٰ احباب جماعت کو یہ سعادت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین۔

گزارش ہے کہ ایسے مخلص دوست جو جلسہ کے موقع پر کوئی بھی خدمت بجالا سکتے ہیں اپنے اپنے صدر صاحب جماعت کی وساطت سے اپنا نام مع مفصل کوائف جلد از جلد دفتر افسر جلسہ سالانہ U.K. میں ارسال فرماویں تا کہ ہنرمند/ غیر ہنرمند ہونے کی بنیاد پر ان سے خدمات حاصل کی جاسکیں۔

اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔ جلسہ کی ہر طرح کامیابی کے لئے اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

(ڈاکٹر چوہدری ناصر احمد۔ افسر جلسہ سالانہ U.K)

BELA BOUTIQUE

ہر موسم اور موقع کے لئے زنانہ ملبوسات، فینسی سینڈلز،

مردانہ سوٹ، اچکن، پرنس سوٹ اور کھلا کپڑا

اس کے علاوہ کپڑوں کی سلائی اور مرمت Anderung کا مکمل انتظام ہے

Kaiser Str. 64 (Kaiserpassage-Laden 31-33) 60329 Frankfurt (Germany)

Tel: 069-24279400 - e:mail- BELAboutique@aol.com

بقیہ: اسلام میں شوریٰ کا نظام
از صفحہ نمبر 4

'' میں نے آپ حضرات کو اس لئے تکلیف دی ہے کہ آپ اس امانت کے بارہ میں میرا ہاتھ بٹائیں جسے میرے کندھوں پر رکھ دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ میں بھی آپ ہی جیسا ایک انسان ہوں۔ آج آپ حضرات نے حق کے مطابق فیصلہ کرنا ہے۔ بعض لوگوں نے میری مخالفت کی ہے اور بعض نے موافقت۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ میری بات محض اس لئے مان لیں کہ وہ میری بات ہے۔ آپ لوگوں کے پاس کتاب خداوندی موجود ہے جو حق کے ساتھ بات کرتی ہے۔ اگر میں بھی کسی معاملہ میں لب کشائی کرتا ہوں تو حق کے لئے ایسا کرتا ہوں''۔

(کتاب الخراج امام ابو یوسف صفحہ ۱۵۔۱۴)

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ مجلس مشاورت کے دوران غور و فکر کے نتیجہ میں مجھے قرآن کریم سے ایسی راہ نمائی مل گئی ہے جس کی روشنی میں اس مسئلہ کا بآسانی حل ہوسکتا ہے اور وہ یہ آیتیں ہیں۔ آپ نے اس موقع پر سب سے پہلے قرآن کریم کی یہ آیہ کریمہ پیش فرمائی۔ ﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ﴾ (الحشر: ۸) یعنی بستیوں کے لوگوں کا جو مال اللہ نے اپنے رسول کو عطا فرمایا ہے وہ اللہ کا ہے اور رسول کا ہے۔ اس پر اختلاف رکھنے والوں نے کہا اب ہمیں بھی شرح صدر ہوگیا ہے اور ہم آپ سے اتفاق کرتے ہیں۔ یہ تھا اختلافی امور میں صحابہ کا اپنی رائے پیش کرنے کا انداز اور یہ تھی خلیفۂ وقت کی آخری فیصلہ کرنے کی خداداد صلاحیت۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کوئی راہ اختیار کر لیتے ہیں تو وہ بات ہمارے لئے آسان ہو جاتی ہے۔

حضرت عمرؓ نظام حکومت کو چلانے کے لئے بڑے بڑے عہدہ داروں کا انتخاب بھی عموماً مجلس شوریٰ کے مشورہ سے کرتے تھے۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوا ہے کہ جس ملک میں کوئی اعلیٰ عہدیدار مقرر کرنا ہوتا تھا وہاں کے سرکردہ لوگوں سے فرماتے تھے کہ وہ اپنی پسند سے ایک ایسے آدمی کا انتخاب کر کے بھیج دیں جو ان کے نزدیک زیادہ قابل اور صاحب دیانت و امانت ہو۔ (الفاروق شبلی نعمانی صفحہ ۱۹۱)

خلافت راشدہ کا آخری دور

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں شوریٰ کے نظام کو مربوط اور منظّم رنگ میں جاری کیا۔ حضرت عثمانؓ نے اس نظام کو اپنے عہد خلافت میں قائم رکھا آپ کبار صحابہ اور اعیان حکومت سے مشورے کیا کرتے تھے۔ پیش آمدہ اکثر معاملات میں آپ نے مجلس مشاورت منعقد فرمائی جس میں آپ نے عمال حکومت کو بھی نمائندگی دی۔

چنانچہ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں قرآن کریم کے بارہ میں اہل عراق کا ایک جھگڑا پیش ہوا۔ وہ کہتے تھے ہماری قرأت اہل شام کی قرأت سے زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ وہ ہم نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے سیکھی ہے۔ اہل شام کہتے تھے ہماری قرأت زیادہ صحیح ہے کیونکہ ہمیں حضرت مقداد بن الاسودؓ نے پڑھایا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے اس بارہ میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور طے پایا کہ صرف اسی مصحف کو رائج کیا جائے جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں لکھا گیا تھا اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس امانتاً رکھا ہوا ہے۔ اس کے سوا دوسرے نسخے جلا دیئے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (الکامل فی التاریخ لِأبن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۱۱۔۱۱۲)

حضرت عثمانؓ نے ملک میں امن و امان قائم کرنے کے لئے ایک موقع پر تمام والیوں کو مدینہ طلب فرمایا۔ علاوہ ازیں چھوٹے چھوٹے صوبوں کے حکام اعلیٰ بھی بلائے گئے۔ مدینہ کی مجلس شوریٰ کے ارکان کے علاوہ بعض دیگر اصحاب الرائے کو بھی مجلس مشاورت میں شرکت کی دعوت دی گئی۔

حضرت عثمانؓ نے اس مجلس شوریٰ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہر آدمی کے وزیر اور مشیر ہوتے ہیں آپ لوگ میرے وزیر اور مشیر ہیں۔ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں سب آپ کو معلوم ہے۔ وہ مجھ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ میں اپنے عمال کو معزول کر دوں اور ان تمام لوگوں کو جنہیں وہ ناپسند کرتے ہیں واپس بلا لوں اور جن لوگوں کو وہ پسند کرتے ہیں ان کو معزول شدہ گورنروں کی جگہ بھیج دوں اب آپ سب مجھے اس بارہ میں مشورہ دیں۔ چنانچہ تمام والیان اور بعض نمائندگان مجلس شوریٰ نے مشورے دیئے۔ حضرت عثمانؓ سب کی آراء خاموشی سے سنتے رہے۔ اس سلسلہ میں چند اصلاحی تدابیر سوچنے کے بعد بالآخر یہ مجلس شوریٰ برخواست ہوئی۔

(الکامل فی التاریخ لأبن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۴۹۔۱۵۰ (۲۔) انسائیکلوپیڈیا اصحاب النبی ﷺ صفحہ ۵۷۶۔۵۷۷)

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ چوتھے خلیفہ منتخب ہوئے۔ آپ کا عہد خلافت جو پونے پانچ برس پر مشتمل ہے اس میں شوریٰ کی روایات پر حسب سابق عمل جاری رہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلافت کا نظام ملوکیت میں بدل گیا۔

اسلامی مشاورت کا احیاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے ساتھ مقدر تھا آپ نے اپنی زندگی میں اشاعت اسلام کی مہم کو تیز کرنے کے لئے ایک مشاورتی کمیٹی قائم فرمائی۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر اس کے باقاعدگی سے اجلاس ہوتے رہے جن میں موقع کی مناسبت سے بعض دیگر اہم معاملات پر بھی غور کیا جاتا رہا۔ بعض اہم جماعتی اور تنظیمی امور کے بارہ میں بھی اکثر احباب جماعت سے عمومی مشورے کئے جاتے رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ۱۹۰۷ء کا جلسہ سالانہ آخری تھا جس پر شوریٰ کے منعقدہ اجلاس میں جماعت احمدیہ کا پہلا مالیاتی بجٹ منظوری کے لئے پیش کیا گیا۔ آپ کی وفات پر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوئی۔ خلافت حقہ احمدیہ میں مجلس شوریٰ کا باقاعدہ قیام عمل میں آیا۔

(ماخوذ از ''جماعت احمدیہ کا مشاورتی نظام'')

❀❀❀❀❀❀

بسم اللہ پڑھ کر بندوق کا شکار تو حلال ہو جاتا ہے مگر جھٹکا تو حرام ہی رہتا ہے

(تحریر فرمودہ :۔حضرت میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ)

ایک دوست نے یہ لکھا ہے کہ’’ تیر بندوق اور شکاری جانوروں کے ذریعہ سے خدا کا نام لے کر مارا ہوا جانور جب حلال ہے ۔تو خدا کا نام لے کر جھٹکہ شدہ جانور کیوں جائز نہیں؟ اور اسے حرام کیوں قرار دیا جاتا ہے۔

جواب :۔ میرے خیال میں اسی سوال کو اگر مجھے لکھ کر بھیجنے کی بجائے وہ دوست خود ہی چند دفعہ غور سے پڑھ لیتے تو جواب ان کو سوجھ جاتا اور مجھے لکھنے کی ضرورت نہ پڑتی ۔ یا مارا ہوا جانور کی جگہ مارا ہوا ہرن پڑھ لیتے اور جھٹکہ شدہ جانور کی جگہ جھٹکہ شدہ بکرا لکھ دیتے تو جواب نظر کے سامنے آپ ہی آپ آ جاتا۔ یہ سب غلط فہمی اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ انہوں نے شکار اور گھریلو جانوروں میں فرق نہیں کیا۔اور دونوں قسم کے جانوروں پر جو بالکل ایک الگ حیثیت رکھتے ہیں ایک ہی مسئلہ کو لگانا چاہا۔ حالانکہ شکار کے احکام میں اور گھریلو جانوروں کے احکام میں شریعت نے فرق رکھا ہے اور وہ عین عقل کے مطابق ہے۔

مثال کے طور پر ذبیحہ اور شکار میں کچھ اسی قسم کا تفاوت ہے جیسا کہ حضر کی نماز اور سفر کی نماز میں ۔یا جیسا کہ تندرست کی نماز اور مریض کی نماز میں۔ایک شخص حضر میں چار رکعتیں پڑھتا ہے تو سفر والا دو رکعتیں ۔اور تندرست کھڑا ہو کر پڑھتا ہے تو بیمار بیٹھ کر اور تیمّم کر کے پڑھتا ہے۔اس کی وجہ ظاہر اور مطابق عقل ہے یعنی یہ کہ حالات مختلف ہیں ۔سفر اور مرض میں بعض دِقتوں اور تکالیف کا سامنا ہوتا ہے۔اس لئے مذہب کی طرف سے رعایت ہونی ضروری ہے ۔اور یہی اسلام کی فضیلت ہے کہ حالات کے مطابق احکام دیتا ہے کیونکہ یُسر اور آسانی اس کا بنیادی اصول ہے نہ کہ تنگی اور سختی۔ پس آپ سمجھ لیں کہ اس معاملہ میں بھی جنگلی تیتر اور چیز ہے اور گھر کی مُرغی اور چیز ۔گھریلو جانور چونکہ ہمیشہ اپنے قبضہ میں اور مجبور ہوتا ہے اس لئے اس کے ذبح کے لئے الگ اور مخصوص احکام ہیں اور اس کا ذبح ہمیشہ ایک ہی طریقہ پر ہوگا اور ہونا چاہئے۔ بر خلاف اس کے شکار ایک بھاگنے والا اور ڈرنے والا وحشی جانور ہوتا ہے اس لئے کئی طرح اس کا مارا جانا جائز ہے ۔غلیل سے بھی ، بندوق سے بھی، تیر سے بھی، نیزہ سے بھی اور کئی اور قسم کے ہتھیاروں اور آلات سے بھی بلکہ چیتے ، کتّے ، باز اور شکرہ سے بھی۔

اور ان میں سے ہر قسم کا ہتھیار الگ طرح کا زخم اور مختلف قسم کی چوٹ شکار کے جسم پر لگاتا ہے۔ساتھ ہی یہ کہ شکار بسبب آزاد اور وحشی ہونے کے ان ہتھیاروں کی ضربات کو نئے نئے رنگ میں برداشت کرتا ہے۔ کبھی تیر اس کی آنکھ میں لگتا ہے تو کبھی اس کا پیٹ پھاڑ دیتا ہے کبھی پُٹھے پر لگتا ہے تو کبھی گردن پر ۔کبھی شکار زخمی ہو کر اتنی دور چلا جاتا ہے کہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے گھنٹوں میں ملتا ہے اور پھر مرا ہوا۔اور کبھی چوٹ لگتے ہی آناً فاناً اس کا دم نکل جاتا ہے ۔یا غلیلہ سے پرندہ کا سر ہی اُڑ کر صاف الگ جا پڑتا ہے غرضیکہ آلۂ شکار اور فاصلہ اور جانور کے آزاد اور وحشی ہونے کی وجہ سے نتائج اس قدر مختلف ہو جاتے ہیں کہ شکار پر مذبح کے ذبیحوں کا حکم نہیں لگ سکتا ۔اور اگر وہ حکم لگایا جائے تو اکثر شکار ضائع ہو جائے اور بہت سی جانیں بیکار ماری جائیں گی اور ایک اسراف یا قتل ناحق کی صورت پیدا ہو جائے گی ۔پس مذہب جو مجموعہ قواعد وضوابط کا نام ہے وہ ضرور اس کے لئے ان قواعد سے کسی قدر مختلف قواعد تجویز کرے گا جو پالتو اور گھریلو جانوروں کے لئے مقرر ہیں اور جن کے لئے فقط اتنا کافی ہے کہ پکڑ کر لٹا دیا۔ اور گلے پر چھیری پھیر دی۔لیکن شکار کو تو آپ پکڑ کر چھری نہیں پھیر سکتے ۔نہ یہ آپ کے اختیار میں ہے کہ اس کو ایسی ضرب لگائیں کہ وہ ناکارہ تو ہو جائے مگر مرے نہیں ۔اس لئے شریعت اسلامیہ نے کمال حکمت اور نرمی سے قصر نماز کی طرح دوران شکار میں مرجانے والے جانوروں کے متعلق بھی کچھ رعایت دے دی ہے ۔جو عام ذبیحوں کو نہیں دی جاسکتی۔ اسی طرح شریعت نے گھریلو جانوروں سے بھی بعض وہ سختیاں اٹھا دی ہیں جو شکار کے جانوروں کے لئے ضروری اور ابدی ہیں مثلاً آپ ہر شکار کو غلیل، تیر یا بندوق سے مار سکتے ہیں اور اسے اس طرح گرا کر ذبح کر سکتے ہیں ۔ برخلاف اس کے اگر آپ گھر میں بکرے یا مرغ کو سامنے رکھ کر اس پر تیر اندازی کریں یا بندوق کا نشانہ بنائیں اور جب وہ گر پڑے تو اسے ذبح کر لیں تو یہ ظلم ہوگا،اور شریعت نے صاف الفاظ میں اس سے منع فرمایا ہے ۔اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ گھریلو ذبیحہ کے احکام شکار پر نہیں لگتے اور شکار کے احکام گھریلو ذبیحہ پر نہیں لگتے ۔دونوں بالکل الگ الگ چیزیں ہیں، کیونکہ حالات مختلف ہیں اور یہی وجہ ہے کہ شکار کے احکام کو شکار کے مرجانے کی صورت میں شریعت نے نرم کر دیا ہے۔ گھر کے مقبوضہ جانوروں کا ذبح تو ایک قاعدہ کے ماتحت آسکتا ہے مگر زخمی شکار کو ہمیشہ ہی زندہ حاصل کر لینا اور ذبح سے پہلے اُسے مرنے نہ دینا انسان کے اختیار میں نہیں ہے ۔اس لئے نرمی اور رعایت اور قواعد کی تبدیلی ضروری تھی۔

اتنی بات سمجھ لینے کے بعد یہ معلوم کر لینا آسان ہو گا کہ زخم خوردہ مرے ہوئے شکار کو جو بندوق وغیرہ کے زخم سے مرا ہو کھانے کی اجازت دینا ایک الگ قاعدہ یا رعایت یا استثنائی اجازت ہے جو ہرگز گھروں میں تکبیر پڑھ کر جھٹکا کر لینے پر حاوی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ رعایتیں عام قانون سے علیحدہ چیزیں ہیں ۔مثلاً قتل کی سزا پھانسی ہے لیکن اگر کوئی لڑکا خون کر دے تو اس پر وہ سزا عائد نہ ہوگی. کہ چونکہ چھوٹا لڑکا مستثنیٰ ہے اس لئے ہر عاقل و بالغ مجرم بھی لڑکوں یا مجنونوں والے قانون کے ماتحت پوری سزا سے مستثنیٰ سمجھا جائے ۔ بکرے وغیرہ کے ذبح میں تو عام قانون یہی ہے کہ:

(ا) اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے کیونکہ وہ خدا کی مخلوق ہے اور ہم کو اس کے قتل کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں سوائے اس حق کے جو مالک نے ہم کو دیا ہو۔اس وجہ سے ہم پہلے مالک کا ہی نام لیتے ہیں یہ سمجھ کر کہ ہم کو تو اس مخلوق کے قتل کرنے کا کوئی اختیار نہ تھا صرف اس کے مالکِ حقیقی کی اجازت ہے جو اللہ ہے ہم اسے مارتے ہیں تا کہ بجائے قساوت قلبی کے ہمارے دلوں میں بوقت ذبح خدا کا شکر اس کی خشیت اور اس کی مالکیت تسلیم کر لینے کا خیال جا گزیں رہے ۔اور اس کی اجازت جو اس کے کلام قرآن مجید میں موجود ہے (نہ ہماری نفسانی خواہش) ہمارے ذہن میں مستحضر رہے۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ خون چونکہ بسبب اپنے زہریلے مادوں کے زیادہ مقدار میں نقصان دہ ہوتا ہے اس لئے جس قدر بھی ممکن ہو سکے وہ جانور کے جسم میں سے نکال دیا جائے۔ان باتوں سے پھر ایسا جانور مسلمانوں کے لئے بطور خوراک کے حلال ہو جاتا ہے۔

(۳) لیکن ایک تیسری بات بھی ہے جس کو گو حلال ہونے سے تعلق نہیں مگر شفقت علیٰ خلق اللہ اور اخلاق فاضلہ سے اسکا تعلق ضرور ہے۔وہ یہ کہ شریعت نے سب سے زیادہ رحم والا اور کم تکلیف دہ طریقہ ذبح کے لئے مقرر کر دیا ہے۔ جیسے مثلاً یہ کہ چھری تیز ہو، گردن کے سامنے کی طرف پھیری جائے تا کہ بڑی بڑی رگیں یک دم کٹ جائیں یا اُونٹ کو نحر کیا جائے تا کہ جَلد سے جَلد اس کا تمام خون جسم سے خارج ہو جائے ۔اور چونکہ ذبح کا فعل بہ نسبت شکار کے دنیا میں بہت زیادہ کثرت سے ہوتا ہے اس لئے یہ تین مستقل قواعد اس کے لئے لازمی قرار دیئے گئے اور انہیں ہر ذبح کے لئے بطور اصل کے مقرر فرما دیا گیا ۔ اور چونکہ یہ قانون بہترین اصولوں پر تھا اس لئے اس میں تبدیلی کی گنجائش نہیں ورنہ نقص لازم آئے گا اور وہ فوائد حاصل نہیں ہوں گے جن کے لئے یہ قانون وضع کیا گیا تھا۔ ہاں یہ درست ہے کہ مشین سے بھی گردن کاٹی جا سکتی ہے اور تلوار سے بھی اور لاٹھی سے بھی ایک جانور مارا جا سکتا ہے اور گلا گھونٹ کر بھی۔لیکن ان سب باتوں میں کامل فوائد ذبح والے حاصل نہیں ہو سکتے ۔علاوہ بریں مختلف احکام شرعیہ کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے ایک مجمل عام حکم یہ بھی دے دیا کہ چونکہ ہمارا مقرر کردہ مذہب اسلام ایک کامل مذہب ہے اور اس کے اندر ہر بات کے متعلق ضرور ہدایات موجود ہیں۔پس آئندہ اے مسلمانو! تم دیگر مذاہب کی نقلیں نہ کرنا ورنہ تکلیف پاؤ گے اور بعض فوائد سے محروم رہ جاؤ گے۔ہم نے تم کو کامل اور اعلیٰ شریعت دے کر ناقص مذاہب کا محتاج نہیں رکھا۔اور سورہ انعام میں ارشاد فرما دیا کہ:

﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (الانعام:۱۵۴)

ترجمہ: اور یہ یقیناً میرا سیدھا راستہ ہے، پس اس کی پیروی کرو اور مختلف راستوں کے پیچھے نہ پڑو نہیں تو وہ تمہیں اُس (خدا) کے راستہ سے اِدھر اُدھر لے جائیں گے وہ اس (امر) کی تمہیں اس لئے تاکید کرتا ہے کہ تم متقی ہو جاؤ۔

(یعنی جو راستہ میں نے تمہارے لئے تجویز کیا ہے یہی سیدھا راستہ ہے، اسی پر تم چلا کرو ۔اور دیگر مختلف مذاہب کے طریقوں پر نہ چلو۔ کیونکہ وہ تم کو خدا کی مقرر کردہ فائدہ مند راہ سے الگ کر دیں گے ۔ یہ نصیحت اس لئے کی جاتی ہے کہ تم دکھوں سے محفوظ رہو)

سو یہ وجہ ہے کہ ہم کسی اور مذہب کے طریق ذبح یا کسی اور غیر اسلامی طریقہ کو اختیار نہیں کرتے کہ وہ ایمان، صحتِ جسم اور احسان بر مخلوقات کے منافی ہیں اور اس لئے بھی کہ ان کے اختیار کرنے سے کسی نہ کسی صورت میں ہم اپنا کوئی نہ کوئی نقصان کر لیتے ہیں اور سہولتوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔

پس یہ سبب ہے جھٹکا وغیرہ کے حرام ہونے کا۔ اس وقت میں ذبح اور جھٹکہ کا فرق بیان نہیں کر رہا۔ ورنہ میں لکھتا کہ جھٹکے میں ذبح اسلامی کی نسبت کیا کیا خرابیاں ہیں ۔صرف اتنا ہی کافی ہے کہ ذبح کا قانون عام قانون ہے اور وہ اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا۔اور شکار کا قانون علیٰحدہ قانون ہے جس میں بعض مشکلات کی وجہ سے نرمیاں کر دی گئی ہیں اور یہ رعایتیں حسبِ ذیل ہیں ۔اور وجوہات ان رعایتوں کی پہلے بیان ہو چکی ہیں۔

ا۔پہلی رعایت یہ ہے کہ شکار بغیر دھار والے آلات سے بھی مارا جا سکتا ہے۔مثلاً چھرّہ، گولی، غلیلہ وغیرہ۔

۲۔ دوسری رعایت یہ ہے کہ باوجود خلاف رحم ہونے کے شکار مارنے کے بعض طریقے جائز ہیں جو ذبیحہ کے لئے ناجائز ہوتے ہیں مثلاً کتوں سے شکار کا رگیدنا۔یا بجائے گردن کاٹنے کے جسم پر ہر جگہ ضرب لگا کر جانور کو گرا لینا یا مار لینا۔ کیونکہ شکار ہمیشہ وحشی جانور کا ہی ہوا کرتا ہے۔

۳۔تیسری رعایت یہ ہے کہ اگر شکار زخمی ہو کر ذبح

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

M. S. DOUBLE GLAZING LTD

Supplier & Installers

UPVC Windows, Doors,Porches, Patio Doors, Conservatries

For Friendly Quote Please Contact ***Muhammad Sajid Qamar***

Tel: 020 8664 8040 Mobile:07734470783 Fax: 020 8665 6685

Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee

احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام ۔اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

ہونے سے پہلے مرجائے بشرطیکہ وہ خدا کے نام پر زخمی کیا گیا ہواور اس کے جسم پر کہیں بھی ایسی ضرب ہو جس کی وجہ سے خون نکل آئے یا زخم پیدا ہو جائے، تو ایسا زخم اور خون کا بہنا ذبح کے قائم مقام سمجھا جائے گا۔ بلکہ تھوڑا سا خون نکلنا بھی پورے ذبح کے برابر ہی تسلیم کر لیا جائے گا تا کہ لوگوں کو شکار میں مصیبت نہ ہو اور خانہ بدوش اقوام، نیز مسافر اور شکاری لوگ اور جن کا گزارہ شکار پر ہے تکلیف مالا یطاق میں نہ پڑیں۔

سو یہ رعایتیں خاص شکار کے لئے ہیں اور رعایتوں اور استثناء پر عام قانون کو چلانا کسی عقلمند گورنمنٹ نے جائز نہیں رکھا۔ لیکن اگر شکار زخمی ہو کر زندہ پکڑ لیا جاوے تو پھر اُسے بھی ذبح کرنے کا ویسا ہی حکم ہے جیسے گھریلو جانوروں کو۔ رعایت صرف اس شکار کے متعلق ہے جو مر جائے۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''تو کھا لے اس چیز کو جس کو تیرا تیر زخمی کر دے اور مت کھا اس چیز کو جس کو تیرا تیر چوڑان میں لگے اور زخم نہ پیدا کرے۔'' گویا بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَر تو دونوں صورتوں میں ضروری ہے۔ ذبح میں بھی اور شکار میں بھی۔ لیکن خون بہانے کے متعلق یہ رعایت دی گئی ہے کہ اگر زخم کسی جگہ بھی لگ گیا ہے اور جانور مر گیا ہے۔ تو وہ زخم ہی شکار میں ذبح کا قائم مقام ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''اگر تُو شکار کی ران میں بھی زخم لگا دے تو کافی ہے۔''

میں نے پہلے گھریلو جانوروں کا ذکر کیا تھا کہ ان کے لئے ایک مقرر قانون ذبح کا ہے لیکن اگر اتفاقاً کسی جانور کے ذبح پر ہمیں قدرت نہ رہے۔ مثلاً یہ کہ ایسا جانور بھاگ کر اگر وحشی ہو جائے اور ہاتھ نہ آئے۔ یا مثلاً کنویں میں اوندھا گر کر پھنس جاوے اور نکل نہ سکے۔ تو پھر ایسے جانور پر بھی شکاری جانوروں والا حکم چلے گا۔ یعنی یہ کہ ان کو بندوق وغیرہ سے مار لینے کی اجازت ہوگی۔ اور کنوئیں والے جانور کے جسم کے جس حصّہ پر پہنچ سکو وہیں سے اس کو ذبح کر لو۔ کیونکہ حلال کرنے کے لئے صرف دو اصول ہیں۔ ۱۔ اللہ کا نام لینا اور ۲۔ خون نکالنا۔ باقی خاص طریقہ سے ذبح کرنا یہ تو جانور پر رحم اور احسان ہے اور بعض دفعہ اس پر عمل نہیں ہوسکتا۔

خدا کا نام لے کر جھٹکا کرنا اس لئے بھی جائز نہیں کہ جانور کو مارنے کی اجازت تو مالک سے حاصل کرنا اور مارنا اس کو ان قواعد کے برخلاف جو خود مالک نے مقرر فرمائے ہیں بالبداہت ایک ناجائز امر ہے۔ بلکہ یہ تو قانون ساز حاکم کا منہ چڑانا ہے۔............

(ماخوذ از مضامین حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ جلد دوم صفحہ ۱۱۹۵۔ ۱۲۰۲)

الفضل انٹرنیشنل میں

اشتہار دے کر

اپنی تجارت کو فروغ دیں۔

(مینیجر)

نماز جنازہ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 16/فروری بروز بدھ قبل از نماز ظہر مسجد فضل لندن کے احاطہ میں **مکرم عبدالمجید ناصر صاحب ابن مکرم چوہدری نصیرالدین صاحب** کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔

مرحوم مورخہ 12/فروری 2005ء کو بعمر 85 سال لندن میں وفات پا گئے۔ مرحوم کو حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ کے دفتر میں جبکہ وہ قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ کر رہے تھے خدمت کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ یو۔کے۔ جماعت کے ابتدائی ممبران میں سے تھے۔ ساٹھ کی دہائی میں لاہور سے آ کر یہاں آباد ہوئے۔ ان کے بیٹے انیس ناصر صاحب یو۔کے۔ جماعت کی مجلس عاملہ میں نائب جنرل سیکرٹری کے طور پر خدمت بجا لا رہے ہیں۔ مرحوم نے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔

ان کے ساتھ ہی درج ذیل مرحومین کی **نماز جنازہ غائب** بھی ادا کی گئی۔

(1) مکرم مولانا بشیر احمد طاہر صاحب (سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان)

مرحوم طویل علالت کے بعد مورخہ 6/فروری 2005ء کو قادیان میں وفات پا گئے۔ مرحوم کا تعلق ہندوؤں کی اونچی ذات برہمنوں سے تھا۔ جامعہ احمدیہ قادیان سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے مختلف خدمات کے علاوہ بطور پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان بھی خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم نے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ ایک بیٹا یادگار چھوڑا ہے۔

(2) مکرم عبداللہ داؤد صاحب (آف غانا۔ مغربی افریقہ)۔

مرحوم ماہ نومبر 2004ء میں 99 سال کی عمر میں غانا میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ آپ کو 1941ء میں جماعت میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ Accra ریجن کی جماعت کو منظّم کرنے میں ان کو بھی بہترین خدمات کی توفیق ملی۔ جماعت کے تمام کاموں میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ مرحوم نیک، محبّ وطن اور فدائی احمدی تھے۔

(3) محترمہ اہلیہ صاحبہ مکرم محمد نواز صاحب (آف شارجہ)

مرحومہ طویل علالت کے بعد گزشتہ دنوں وفات پا گئیں۔ آپ نہایت مخلص، غریبوں کی ہمدرد اور وفا شعار خاتون تھیں۔ نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتیں۔ وفات سے صرف دو روز قبل بھی مریضوں کے لئے ایک ایمبولینس تحفۃً پیش کرنے کی توفیق پائی۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کے ساتھ مغفرت کا سلوک فرمائے، درجات بلند کرے اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔ نیز پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور خود ان کا نگہبان ہو۔ آمین۔

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 17/مارچ 2005ء بروز جمعرات قبل از نماز ظہر مسجد فضل لندن کے احاطہ میں **مکرم چوہدری عبدالغنی صاحب** کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔

مکرم چوہدری عبدالغنی صاحب مورخہ 15/مارچ 2005ء کو بعمر 87 سال یوکے میں وفات پا گئے۔ مرحوم کے والدین کا خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خاص تعلق تھا۔ آپ 1961ء میں انگلستان آئے اور خلافت ثالثہ کے دور میں جماعت ہیز (Hays) کے صدر کے طور پر خدمات کی توفیق پائی۔ مرحوم مکرم عبدالمنان شاہد صاحب صاحب سابق مربی کراچی اور مکرم مولانا صدر الدین صاحب سابق مبلغ ایران کے بھائی تھے۔

اس کے ساتھ ہی درج ذیل مرحومین کی **نماز جنازہ غائب** بھی ادا کی گئی۔

(1) مکرمہ سلیمہ بیگم صاحبہ (اہلیہ مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب)

مکرمہ سلیمہ بیگم صاحبہ 3/مارچ 2005ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ مرحومہ حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ کی بھتیجی اور حضرت چوہدری تصدق حسین صاحب رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔ نہایت نیک، مخلص اور دعا گو خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں رؤیائے صادقہ کی نعمت سے بھی سرفراز فرمایا۔

(2) مکرم چوہدری نذیر احمد اختر صاحب

مرحوم مورخہ 21/جنوری 2005ء کو مختصر علالت کے بعد آبی جان (آئیوری کوسٹ) میں وفات پا گئے۔ مرحوم اپنے بیٹے مکرم باسط احمد صاحب مبلغ سلسلہ سے ملنے کے لئے آئیوری کوسٹ گئے ہوئے تھے۔ آپ نے 1954ء میں خود بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کی توفیق پائی۔ آپ کو دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا اور ربوہ کے نواحی دیہات سے آپ کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو احمدیت قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ مرحوم موصی تھے۔ آپ نے اپنے محلّہ میں زعیم انصار اللہ اور سیکرٹری اصلاح وارشاد کے طور پر خدمات کی توفیق پائی۔

(3) مکرمہ فضل بی بی صاحبہ (اہلیہ مکرم محمد اسماعیل صاحب)

مرحومہ 22/جنوری 2005ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ آپ کو اپنے خاندان میں سب سے پہلے احمدیت قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ نہایت نیک، خلافت سے پیار کرنے والی مخلص خاتون تھیں۔ مرحومہ مکرم حبیب احمد صاحب مربی سلسلہ کی والدہ تھیں۔

(4) مکرمہ مقصودہ بیگم صاحبہ۔

مرحومہ 16/نومبر 2004ء کو راولپنڈی میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں تھیں۔ مرحومہ بہت سی خوبیوں کی مالک تھیں۔ متقی، مخلص دعا گو اور خدا ترس خاتون تھیں۔ خلافت کے ساتھ ان کا والہانہ لگاؤ تھا اور خلیفۂ وقت کی ہر تحریک پر ہمیشہ لبیک کہتی تھیں۔ چندوں میں ہمیشہ باقاعدہ رہیں۔ دعوۃ الی اللہ کے بارہ میں ہمیشہ نئی سے نئی تجویزیں سوچتی رہتیں۔ گھر سے خورونوش کی چیزیں خود اپنے ہاتھوں سے پیس کر محلّہ کی غریب خواتین کے گھر پہنچاتیں۔ اس طرح جماعت کا موقف بیان کرنے میں انہیں آسانی ہو جاتی۔ ان کے بیٹے مکرم اقبال احمد صاحب جماعت یوکے میں اسسٹنٹ جنرل سیکرٹری کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

(5) مکرمہ امۃ الرحمان صاحبہ (اہلیہ مکرم ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب مرحوم)

مرحومہ 20/فروری 2005ء کو لاہور میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں تھیں۔ آپ حضرت مولانا ابو العطاء جالندھری صاحب مرحوم کی سب سے بڑی بیٹی اور مکرم عطاء المجیب راشد صاحب کی بڑی بہن تھیں۔ اللہ کے فضل سے آپ بہت نیک، ہمدرد اور اعلیٰ خوبیوں کی مالک تھیں۔ آپ نے لاہور میں اپنے حلقہ میں سیکرٹری وصیت اور نائب صدر لجنہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹے اور آٹھ بیٹیوں سے نوازا جن کی آپ نے اعلیٰ تعلیم و تربیت کی توفیق پائی۔

(6) مکرمہ امۃ القدیر فرحت صاحبہ (اہلیہ مکرم راجہ ناصر احمد صاحب مرحوم آف کراچی)

مکرمہ امۃ القدیر فرحت صاحبہ بقضائے الٰہی کراچی میں وفات پا گئیں تھیں۔ مرحومہ مکرم مولوی قمر الدین صاحب (مولوی فاضل و صدر اول مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ) کی بیٹی، مکرم راجہ مبارک احمد صاحب (صدر حلقہ ویمبلڈن پارک) کی والدہ اور مکرم رفیق حیات صاحب (امیر جماعت یوکے) کی خالہ تھیں۔ آپ 1/5 کی موصیہ تھیں۔ آپ کو تقریباً ساری عمر اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتی کاموں کی توفیق ملتی رہی اور آپ کی اولاد بھی جماعت کی خدمت کی سعادت پا رہی ہے۔ مرحومہ نے اپنے پیچھے 6 بچے یادگار چھوڑے ہیں۔

(7) مکرم عبدالسلام خان صاحب۔

مکرم عبدالسلام خان صاحب 16/دسمبر 2004ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ مرحوم کوئٹہ کے قدیم احمدیوں میں سے تھے۔ نہایت مخلص، دیندار، ہمدرد اور صابر و شاکر انسان تھے۔ جماعت اور خلافت کے ساتھ تعلق مثالی تھا۔ کافی عرصہ اپنے حلقہ کے صدر بھی رہے، باجماعت نمازوں کے پابند تھے بلکہ آپ کے گھر میں ہی نماز سنٹر تھا۔ مرحوم موصی تھے اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔ مرحوم کے دو بیٹے اسیران راہ مولا بھی رہے ہیں۔

(8) مکرم چوہدری افتخار احمد صاحب۔

مکرم چوہدری افتخار احمد صاحب 25/مئی 2004ء کو مردان میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ آپ نہایت مخلص احمدی تھے اور اپنی زندگی کا ایک لمبا عرصہ جماعتی خدمت کی توفیق پائی۔ آپ کافی عرصہ لندن میں بھی رہائش پذیر رہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد لاہور اور پھر مردان میں مقیم رہے۔ آپ نے پسماندگان میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان تمام مرحومین کے ساتھ مغفرت کا سلوک فرماتے ہوئے انہیں جنت الفردوس میں بلند مقامات عطا فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق دے اور خود اُن کا نگہبان ہو۔ آمین۔

حضرت ابراھیم ادھم رحمہ اللہ

(میر غلام احمد نسیم۔ امریکہ)

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’ایسے انسان بھی ہوتے ہیں کہ بات کوسمجھ لیتے ہیں اوراس دنیاومافیہا کا چھوڑنا ان پرآسان ہوتا ہے۔ جیسے کہ ابراہیم ادھم وغیرہ بادشاہ ہوئے ہیں کہ انہوں نے سلطنت کوترک کردیا۔جب خوفِ الٰہی ان کے قلب پر غالب ہواتو انہوں نے فیصلہ کیا کہ اب دنیااور یہ خوف ایک جاجمع نہیں ہوسکتے اس لئے دنیا کوچھوڑ دیا۔‘‘

(ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۱۵۰ مطبوعہ لندن)

حضرت مصلح موعودرضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

’’اسلام میں ہرزمانہ میں ایسےلوگ پیدا ہوئے جو لَقَدْ اَنزَلْنَا اٰیَاتٍ بَیِّنٰتٍ کےذریعہ اسلام کی روشنی کو ظاہرکرتے رہے۔چنانچہ ابتدائی زمانہ میں حضرت جنید بغدادیؒ ہوئے،حضرت عبدالقادر جیلانیؒ ہوئے، شبلیؒ ہوئے،ابراھیم ادھمؒ ہوئے،ابنِ تیمیہؒ ہوئے۔امام غزالیؒ ہوئے،حضرت محی الدین ابن عربیؒ ہوئے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ ۳۵۸)

نام ونسب اور بادشاہت ترک کرنے کی وجوہات

ابراھیم بن ادھم بن منصوربن یزیدبن جابر التمیمی العجل،آپ بلخ کے بادشاہ تھےاور بڑے کرّوفراورشان وشوکت سے حکومت کرتے تھے۔ایک رات جبکہ اپنے محل میں محوخواب تھے،آدھی رات کے وقت آہٹ کی آواز سے بیدار ہوئے تو معلوم ہوا کہ ایک آدمی محل کی چھت پرٹہل رہا ہے۔آپ نے اس سے دریافت کیا کہ تم کون ہواور یہاں اس وقت کیا کر رہے ہو۔اس نے جواب میں کہا کہ میں آپ کا دوست ہوں اور یہاں اپنا گم شُدہ اونٹ تلاش کررہا ہوں۔ فرمایا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ شاہی محلات کی چھتوں پر اونٹ آجائیں۔اس آدمی نے جواب دیا کہ یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ اطلس کا لباس پہن کرعیش وعشرت میں رہتے ہوئے اورآرام کرتے ہوئے خدامل جائے۔یہ جواب سنتے ہی آپ کے دل میں خوف سا پیدا ہوگیا۔ دوسرے روزجب آپ دربارعام میں پوری شان وشوکت سےتشریف فرماتھے کہ یکا یک ایک بارعب آدمی دربار میں داخل ہوا تو امراء وزراء اورپہرے داروں میں سے کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ اس طرح گستاخانہ طور پر اندرآنے کی وجہ پوچھے۔چنانچہ وہ بلاکسی روک ٹوک کے تخت شاہی تک پہنچ گیا۔آپ نے تعجب سے دریافت کیا کہ تو کون ہے اور یہاں کس طرح اورکس مقصد کے لئے آیا ہے۔اس اجنبی شخص نے جواب میں کہا کہ وہ اس سرائے میں ٹھہرنا چاہتا ہے۔آپ نے فرمایا یہ سرائے نہیں بلکہ شاہی محل اور دربار ہے۔اس آدمی نے پوچھا کہ آپ سے پہلے اس محل میں کون رہتا تھا۔آپ نے فرمایا کہ میرا باپ،پھر پوچھا کہ آپ کے باپ سے پہلےکون رہتا تھا،فرمایا کہ میرا دادا،اس طرح کئی پُشتوں تک پہنچ کر اس نے پوچھا کہ آپ کے بعد یہاں کون رہے گا۔فرمایا کہ میری اولاد۔اس پراس آدمی نے کہا کہ ذراسوچواور خیال کروکہ جس مقام اور جگہ میں اتنے آدمی آئیں اور جائیں اورکسی کا مستقل قیام نہ ہوتو پھروہ مقام اورجگہ سرائے نہیں تواورکیا ہے؟ یہ بات کہہ کروہ محل اوردربار سے چلا گیا۔آپ کے دل پر رات کے واقعہ کا پہلے ہی اثر تھا۔اس شخص کی گفتگو نے جلتی پرتیل کا کام کیا۔اسی تسلسل میں کچھ اور واقعات رونما ہوئے جن کی وجہ سے آپ کے دل میں خوفِ خدا پیدا ہوا۔چنانچہ آپ نے تخت وتاج اور حکومت ترک کردی اورفقراختیارکرلیا۔صوفیانہ اورفقیرانہ لباس پہن لیااورصوفی مشرب اختیارکرنے کے بعد وطن چھوڑکرشام چلے گئے۔

جب ان سے پوچھا گیا خراسان سے کیوں ہجرت کرآئے ہیں؟ تو جواب دیا’’مجھے شام سے سوا کہیں بھی زندگی میں لطف نہیں آتا،یہاں ملکِ شام میں میں اپنادین لےکرایک چوٹی سےدوسرے پہاڑ کی چوٹی تک اورایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ تک دوڑتا پھرتاہوں اوردیکھنے والے مجھے دیوانہ یا کوئی ساربان سمجھتے ہیں۔‘‘

ایک مرتبہ آپ سے پوچھا گیا کہ حکومت کیوں چھوڑی ہے؟ تو فرمایا کہ’’ایک روز میں تخت پر بیٹھا تھا،آئینہ میرے سامنے تھا،میں نے غورکیا تواپنا آخری مقام قبرمیں نظرآیا۔سوچا کہ سفرطویل ہےکوئی ساتھی نہیں اورتوشہ بھی کچھ نہیں۔حکم یعنی فیصلہ کرنے والابھی منصف اور عادل ہے۔ میرے پاس کوئی دلیل اور حجت بھی نہیں،انہی خیالات نے حکومت سے دل برداشتہ کردیا۔‘‘

ایک باعمل زاہد

ابراہیم بن ادھم ایک باعمل،زاہداورمتوکل شخص تھے۔ وہ توکل کے عقیدے کواس حدتک نہیں لے جاتے تھے کہ اپنی روزی کمانے سے بھی انکار کریں،ترکِ دنیا اورنفس کشی ان کے بنیادی اصول ہیں اوراُنہی میں پورا اطمینانِ قلب اورخوشی پاتے ہیں نہ کہ مراقبے کے وجدوحال یااز خودرفتگی کے ذوق و شوق میں۔

آپ کام کرنے کو عار نہیں سمجھتے تھے۔اکثر مزدوری کرتے اورشام تک ایمانداری اورمحنت سے کام کرتے۔کمائی کا اکثرحصہ مریدوں پرخرچ کرتے تھے۔خودفرماتے ہیں کہ:

’’ایک مرتبہ میں ایک باغ کی حفاظت پرمأمور ہوا۔ایک دن باغ کا مالک آیااور کہا کہ میٹھے انارلاؤ میں انارتوڑکراس کے پاس لایامگروہ سب کھٹے نکلے۔ مالکِ باغ نے کہااتنی مدت سےتم نوکرہواورانارکھاتے ہوابھی تک میٹھے اورترش میں فرق نہیں کرسکتے۔مَیں نے کہاباغ کی حفاظت پرمأمورہوں نہ کہ پھل کھانے پر۔یہ سن کر باغ کے مالک نے کہاتم ابراھیم ادھم جیسی باتیں کرتے ہواورمیرا خیال ہے کہ تم وہی ہو۔جب میں نے یہ سنا توباغ کوچھوڑدیا۔‘‘

صوفیانہ اقوال اورزرّیں ارشادات

(۱)’’فقرایک خزانہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہےاوروہ یہ خزانہ ان لوگوں کے سوا جن سے وہ محبت کرتا ہےکسی کوعطانہیں کرتا۔‘‘

(۲)’’اللہ تعالیٰ کوپہچاننے والے کی نشانی یہ ہے کہ وہ ہروقت نیکی اورعبادت میں مصروف رہتا ہےاور اس کا بیشتر کلام خدا تعالیٰ کی حمد اورثناء پرمشتمل ہوتا ہے۔‘‘

(۳)ابوالجذامی کے اس قول کے جواب میں کہ’’بڑی سے بڑی چیزجس کی عبادت گذار بندے خدا سے آخرت میں حاصل کرنے کی امیدرکھتے ہیں وہ جنت ہے‘‘ آپ نے فرمایا:’’خدا کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ صوفیاءکےنزدیک سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خدا انہیں اپنے دیدارِدلآویز سےمحروم نہ کرے۔‘‘

(۴)’’جس شخص کا دل تین حالتوں میں خداتعالیٰ کی طرف مائل نہ ہوتو یہ اس امرکی نشانی ہے کہ اس پردربند ہوچکا ہے۔اوّل۔تلاوتِ قرآنِ کریم کے وقت۔دوم۔نمازکی ادائیگی کے وقت۔سوم۔ذکرِالٰہی کے وقت۔اورعارف کی نشانی یہ ہے کہ وہ تفکرکرےاور ہرشے سےعبرت حاصل کرےاورہمیشہ خداوندکریم کی حمدوثناءکرتا رہے۔‘‘

(۵) فرمایا’’میرے پاس تین سواریاں ہیں۔ جب مجھ پرکوئی سختی آتی ہےتوشکرکی سواری پرسوارہوکر سامنے آتا ہوں۔اگرکوئی گناہ سرزدہوتا ہےتو توبہ کی سواری کوکام میں لاتا ہوں۔جب کوئی بلانازل ہوتی ہےتوصبرکی سواری کام میں لاتا ہوں۔‘‘

(۶)ایک مرتبہ ایک شخص خدمت میں حاضرہوا اور کہا!اےشیخ میں اپنے آپ پربہت ظلم کرچکا ہوں۔ مجھےکوئی نصیحت فرمائیں جسے میں پلّے باندھ لوں اور اس پرعمل کروں۔فرمایا چھ باتیں بتاتا ہوں،ان پرعمل کرو۔اس کے بعد جوبھی براکام کروگے اس سے نقصان نہیں پہنچے گا۔اوّل یہ کہ جب حق تعالیٰ کی نافرمانی کرواورگناہ کا کام سرزدہوتو حق تعالیٰ کی دی ہوئی روزی نہ کھاؤ۔اس نے کہا پھرکہاں سے کھاؤں۔ فرمایا یہ زیبانہیں کہ روزی رساں کی روزی کھاکراس کی نافرمانی کرو۔دوم یہ کہ جب گناہ یانافرمانی کرنے کا ارادہ ہوتواس کے ملک اور بادشاہت سے باہرنکل کر گناہ کرو۔اس نے کہا ساری کائنات اسی کی ہےکوئی کہاں جائے۔فرمایا یہ مناسب نہیں کہ مالک کے ملک میں رہ کرنافرمانی کی جائے۔تیسرے یہ کہ گناہ کاعمل ایسی جگہ ہوجہاں وہ نہ دیکھ سکے۔اس نے کہا یہ ناممکن ہے وہ تو دلوں کے بھیدوں تک کوجانتا ہے۔فرمایا جب رزق اس کا کھاؤاوراس کے ملک میں رہوتو پھراس کے سامنے گناہ کرنا کہاں تک انصاف پرمبنی ہے۔چوتھے یہ کہ جب موت کا فرشتہ آئے تو اسے کہو کہ ذراتوبہ کر لینے کی مہلت دیدے۔اس نے کہا یہ بھی ناممکن ہے وہ میری درخواست قبول نہیں کرے گا۔فرمایا جب یہ حالت ہےتو فرشتے کے آنے سے پہلے توبہ کرلینی چاہئے۔پنجم یہ کہ جب قبرمیں منکرنکیرآئیں توان کوباہر نکال دے۔اس نے کہامَیں یہ بھی نہیں کرسکتا۔فرمایا تو پھران کے سوالوں کا جواب دینے کے لئے تیار رہو۔چھٹے یہ کہ جب قیامت کے دن جب حساب کتاب ہوچکنے کے بعد گناہ گاروں کودوزخ کی طرف بھیجا جائے گا تو وہاں جانے سے انکارکردینا۔اس نے کہا یہ بھی ممکن نہیں ہے۔فرمایا تو پھرگناہ مت کرو۔‘‘

دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں

اس سوال پر کہ کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں قبول نہیں کرتا؟ فرمایا کہ:

’’تم خداتعالیٰ کوجانتے ہولیکن اس کی اطاعت نہیں کرتے۔رسولِ اکرم ﷺ کوپہچانتے ہومگران کی پیروی نہیں کرتے۔قرآنِ کریم پڑھتے ہومگراس پرعمل نہیں کرتے۔اللہ تعالیٰ کی نعمت کھاتے ہومگرشکرنہیں کرتے۔یہ جانتے ہوکہ بہشت تابعداروں کے لئے ہےمگراس کی طلب کے لئےعمل نہیں کرتے۔جانتے ہوکہ دوزخ گناہگاروں کے لئے ہے مگراس سے نہیں ڈرتے۔شیطان کودشمن سمجھتے ہومگراس سے دور نہیں بھاگتے بلکہ اس سے دوستی کرتے ہو۔موت کو برحق سمجھتے ہومگرکوئی تیاری کا سامان نہیں کرتے۔خویش واقارب کواپنے ہاتھوں زمین میں دفن کرتے ہومگر عبرت نہیں پکڑتے اور برائیوں کوترک نہیں کرتے۔ دوسروں کے عیب دیکھتے ہومگرانہیں منع نہیں کرتے۔ بھلا جوشخص اس قسم کا ہو اس کی دعا کیسے قبول ہو۔ایسے شخص کی دعا اللہ تعالیٰ سنتا ہے مگرقبولیت کا شرف نہیں بخشتا۔‘‘

ابراہیم ادھم کے زرّیں اقوال اورپُرحکمت باتوں میں سے چندایک کا ذکرکیا گیا ہے۔ان کی پرحکمت باتوں اورارشادات کا ذکرکثرت سےمختلف کتب میں ملتا ہے۔کئی خارق عادت واقعات جوان کی زندگی کے دوران عمل میں آئے کا ذکربھی ان کتب میں درج ہے۔بہرکیف آپ ولایت کے اعلیٰ مقام پرفائز تھے دنیاوی بادشاہت کوترک کرکےروحانیت کی رداءاوڑھ کریہ بلندمقام حاصل کیااوراپنے زمانہ کےمتقیوں اور صادقوں میں اعلیٰ اورارفع مقام پرفائز ہوئے۔انہیں اپنے زمانہ کے بہت سے بزرگان عظام سے شرفِ نیازحاصل تھا۔

وفات

آپ کے سنِ وفات میں اختلاف ہے۔ بہرکیف آپ کی وفات (۱۶۰ھ۔۷۷۶ء) اور (۱۶۶ھ۔۷۸۳ء)کے درمیان وقوع پذیر ہوئی۔ روایات میں ہے کہ آپ کی وفات یونانیوں کے خلاف ایک بحری مہم کے دوران ہوئی۔

۞۞۞۞۞

خصوصی درخواست دعا

احباب جماعت سے پاکستان میں جملہ اسیران راہ مولا کی جلدازجلد باعزت رہائی نیز مختلف مقدمات میں ملوث افراد جماعت کی باعزت بریت کے لئے دردمندانہ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان بھائیوں کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور ہرشر سے بچائے۔اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

صحابہ مسیح موعودؑ کی دلگداز نمازیں

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ”پنجاب اور ہندوستان سے ہزارہا سعید لوگوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور...... بعد بیعت میں نے ایسی تبدیلی پائی ہے کہ جب تک خدا کا ہاتھ کسی کو صاف نہ کرے ہرگز ایسا صاف نہیں ہو سکتا۔ اور میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرے ہزارہا صادق اور وفادار مرید بیعت کے بعد ایسی پاک تبدیلی حاصل کر چکے ہیں کہ ایک ایک فرد ان میں بجائے ایک ایک نشان کے ہے“۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد22 ص249)

روزنامہ ”الفضل“ ربوہ 5 و 6/ اگست 2004ء میں شامل اشاعت ایک مضمون (مرتبہ مکرم عبدالسمیع خان صاحب) میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہؓ کی دلگداز نمازوں کی تصویر کشی کی گئی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ

ایک دفعہ مسجد اقصیٰ میں درس دیتے ہوئے اچانک حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو شدید ضعف ہو گیا۔ آپؓ بیٹھ گئے، ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے۔ چلنے کی قوت نہ رہی، چارپائی پر اٹھا کر لائے۔ مگر راستے میں جب مسجد مبارک کے پاس پہنچے تو فرمایا کہ مجھے گھر نہ لے جاؤ مسجد میں لے جاؤ۔ بمشکل تمام مسجد کی چھت پر پہنچ کر نماز پڑھی اور باوجود تکلیف کے نماز مغرب کے بعد ایک رکوع کا درس دیا۔ پھر چارپائی پر اٹھا کر گھر تک لائے گئے۔

آپؓ کا آخری عمل بھی نماز تھا۔ 13 مارچ 1914ء کی دوپہر 2 بجکر 20 منٹ کے قریب عین حالت نماز میں اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

حضرت مصلح موعودؓ

حضرت سیدہ مریم صدیقہ (حرم حضرت مصلح موعودؓ) فرماتی ہیں: ”حضرت مصلح موعودؓ باجماعت نماز تو مختصر پڑھاتے تھے لیکن علیحدگی میں جب آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے تو آپکو عبادت الٰہی میں اتنا انہماک ہوتا تھا کہ پاس بیٹھنے والا محسوس کرتا تھا کہ یہ شخص اس دنیا میں نہیں ہے۔ میں نے آپؓ کو اس طرح روتے، کہ پاس بیٹھنے والا آواز سنے، بہت کم دیکھا ہے لیکن آنکھوں سے رواں آنسو ہمیشہ نماز پڑھتے میں دیکھے۔ چہرہ کے جذبات سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ گویا اپنی جان اور اپنا دل ہتھیلی پر رکھے اللہ تعالیٰ کی نذر کر رہے ہیں۔ نماز باجماعت کا اتنا خیال تھا کہ جب بیمار ہوتے اور مسجد نہ جا سکتے تو گھر ہی میں اپنے ساتھ عموماً مجھے کھڑا کر لیا کرتے اور جماعت سے نماز پڑھا دیتے تا کہ نماز باجماعت کی ادائیگی ہو جائے۔

حضرت اماں جانؓ

حضرت اماں جانؓ کے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں: بہت خشوع و خضوع سے، بہت سنوار کر نمازیں ادا کرنے والی، بہت دعائیں کرنے والی، کبھی میں نے آپ کو کسی حالت میں بھی جلدی جلدی نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ تہجد اور اشراق بھی جب تک طاقت رہی، باقاعدہ ادا فرماتی رہیں۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں: حضرت اماں جانؓ نے اپنے بیٹے بشیر اول کی وفات کے وقت صبر اور قیام نماز کا جو نمونہ دکھایا وہ بے مثال ہے۔ آپ نے جب دیکھا کہ بچے کے اب بچنے کی کوئی صورت نہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں پھر اپنی نماز کیوں قضاء کروں۔ چنانچہ آپ نے وضو کر کے نماز شروع کر دی اور نہایت اطمینان کے ساتھ نماز ادا کر کے دریافت فرمایا کہ بچے کا کیا حال ہے تو اس کے جواب میں بتلایا گیا کہ بچہ فوت ہو گیا ہے۔ تو آپ اناللہ پڑھ کر خاموش ہو گئیں۔

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے متعلق صاحبزادی فوزیہ شمیم صاحبہ تحریر کرتی ہیں: میں نے آپ کو بچپن سے قریب سے دیکھا ہے آپ گھنٹوں عبادت میں گزارتیں۔ دوپہر کو کھانے سے پہلے نماز ظہر کی نماز علیحدہ کمرہ میں ادا کرتیں اور بہت لمبا وقت دعاؤں میں لگاتیں۔ مغرب کی نماز کا تو رنگ ہی اور تھا۔ مغرب کے بعد نوافل عشاء تک جاری رہتے اور اس قاعدہ میں مَیں نے کبھی فرق نہیں دیکھا۔ اتنی عبادت کے بعد بعض اوقات آپ کو ضعف کی شکایت ہو جاتی۔“

مکرمہ صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ لکھتی ہیں: ”بچپن سے جو بات میں نے دیکھی وہ بڑی امی کا بڑے اہتمام سے نماز پڑھنا تھا۔ اکیلے کمرہ میں نیم تاریکی میں نماز پڑھا کرتی تھیں اور نماز کے وقت شور سے گھبراتی تھیں اس لئے خاموشی کا خاص خیال رکھا جاتا۔ لیکن کوئی ہنگامہ ہو، شادی کی محفل ہو، بڑی امی اسی طرح وقت پر اہتمام سے نماز ادا کرتیں۔ صبح کے وقت قرآن شریف پڑھ رہی ہوتیں۔

نماز آپؓ کی روح کی غذا تھی۔ لمبی نمازوں کے بعد اکثر نہایت درجہ ضعف ہو جاتا۔ بالکل اسی طرح جیسے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ”میں اتنی دعا کرتا ہوں کہ دعا کرتے کرتے ضعف کا غلبہ ہو جاتا ہے اور بعض اوقات غشی اور ہلاکت تک نوبت پہنچ جاتی ہے“۔

حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ

مکرم سید سجاد احمد صاحب بیان کرتے ہیں: ”میں نمازوں میں اکثر حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کے ساتھ کھڑا ہونے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ آپؓ قیام میں سورۂ فاتحہ کے الفاظ اھدنا الصراط المستقیم اس الحاح وزاری کے ساتھ تواتر سے دہراتے تھے کہ میں حیران ہو جاتا کہ ایک ہی آیت کو دہراتے چلے جا رہے ہیں اور قطعاً تھکن محسوس نہیں فرماتے۔

حضرت میاں محمد دین صاحبؓ

”حضرت میاں محمد دین صاحبؓ ۳۱۳ اصحاب میں تیسرے نمبر پر ہیں۔ آپ بچپن میں پنجوقتہ نمازوں اور تہجد کا اہتمام کرتے تھے مگر پھر اپنے ماحول کے زیراثر تارک صلوٰۃ ہو گئے اور دہریت کا شکار ہوتے گئے۔ تقدیر الٰہی کے تابع آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب ”براہین احمدیہ“ پڑھنے کی توفیق ملی اور ہستی باری تعالیٰ کے دلائل پڑھ کر دہریت کے سارے زنگ اتر گئے۔ اسی وقت کپڑے دھوئے اور گیلے کپڑے پہن کر ہی نماز پڑھنی شروع کی۔ محویت کے عالم میں ایک طویل نماز پڑھی۔ فرماتے ہیں یہ نماز ”براہین“ نے پڑھائی اور بعد ازاں آج تک کوئی نماز میں نے نہیں چھوڑی۔

حضرت بابو محکم الدین صاحبؓ

حضرت بابو محکم الدین صاحب وکیلؓ فرماتے ہیں: ”جب جوان ہوئے، رسمی علم پڑھا تو دل میں بسبب مذہبی علم سے ناواقفیت اور علمائے وقت و پیرانِ زمانہ کے باعمل نہ ہونے کے شبہات پیدا ہوئے اور تسلی بخش جواب کہیں سے نہ ملنے کے باعث چند بار مذہب تبدیل کیا۔ سنی سے شیعہ بنے،...... آریہ ہوئے۔ چند روز وہاں کا بھی مزہ چکھا مگر لطف نہ آیا۔ برہمو سماج میں شامل ہوئے ان کا طریق اختیار کیا لیکن وہاں بھی مزہ نہ پایا۔ نیچری بنے لیکن اندرونی صفائی یا خدا کی محبت، کچھ نورانیت کہیں بھی نظر نہ آئی۔ آخر مرزا صاحب سے ملے اور بہت بیباکانہ پیش آئے مگر مرزا صاحب نے لطف سے مہربانی سے کلام کیا اور ایسا اچھا نمونہ دکھایا کہ آخرکار اسلام پر پورے پورے جم گئے اور نمازی بھی ہو گئے۔ اللہ اور رسولؐ کے تابعدار بن گئے“۔

حضرت پیر افتخار صاحبؓ

حضرت پیر افتخار صاحبؓ بڑھاپے اور ضعف کی حالت میں بھی مسجد میں تشریف لاتے۔ آخری عمر میں زیادہ دیر تک بیٹھ نہ سکتے تھے۔ جماعت شروع ہونے سے قبل مسجد میں لیٹ جاتے اور باجماعت نماز کا انتظار فرماتے۔

حضرت حافظ عبدالعزیز صاحبؓ

حضرت حافظ عبد العزیز صاحبؓ آف سرگودھا (بیعت 1907ء) فرمایا کرتے تھے کہ بیعت سے پہلے میں صوم و صلوٰۃ کا تارک تھا لیکن بیعت کے خط میں ہی حضرت اقدسؑ سے اوامر کی پابندی کے لئے دعا کی درخواست کی چنانچہ یہ خدا کا فضل ہے اس کے بعد سفر اور حضر میں بیماری اور صحت کی حالت میں ایک نماز بھی فوت نہیں ہوئی۔

حضرت حافظ ابو محمد عبد اللہ صاحبؓ فرماتے تھے کہ دس سال کی عمر سے آخر وقت تک میری کوئی نماز یا روزہ قضاء نہیں ہوا۔

حضرت چوہدری امین اللہ خان صاحبؓ (بیعت 1898ء) پانچ وقتہ نماز باجماعت نہایت التزام سے ادا کرتے۔

حضرت مولوی فضل الٰہی صاحبؓ بھیروی بغیر جماعت کے نماز ادا کرنا کمزوری سمجھتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے سوائے بیماری اور سفر کے میں نے کبھی بغیر جماعت کے نماز ادا نہیں کی۔

حضرت میاں عبد الرحیم صاحبؓ بیعت کے بعد فرصت کے دنوں میں فجر کی نماز کے لئے قادیان پہنچ جاتے اور دن بھر قادیان میں نمازیں ادا کرتے اور حضور کے کلمات طیبات سنتے۔ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے گاؤں کو روانہ ہو جاتے۔

حضرت حکیم محمد اسماعیل صاحبؓ سیکھوانی کو جب تک صحت نے اجازت دی آپ نماز باجماعت مسجد میں ادا کرتے رہے اور نماز نہایت خشوع سے ادا کرتے۔ ہمیشہ سب سے پہلے مسجد پہنچتے اور یہ معمول صرف بڑھاپے میں ہی نہیں تھا کہ آپ فارغ تھے بلکہ کاروبار کے عین دوران اپنے ربّ کے ساتھ تعلق کو فائق سمجھتے۔

حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحبؓ عبادت نہایت خشوع و خضوع اور حضور قلب سے کرتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ گویا آپ اس دنیا میں نہیں۔

حضرت میاں جان محمد صاحبؓ رات کو جتنی بار بھی بیدار ہوتے اٹھ کر وضو کر کے نفل شروع کر دیتے پھر سو جاتے۔ پھر بیدار ہوتے تو نفل پڑھتے۔ گھٹنوں میں تکلیف کے باوجود چل کر مسجد جاتے اور دوسروں کو نماز کی بہت تلقین کرتے۔ جب آپؓ قریب المرگ تھے تو رات نماز کا وقت ہونے پر آپؓ نے تیمّم کیا اور نماز شروع کر دی لیکن پڑھتے پڑھتے بیہوش ہو گئے۔ اس طرح قریباً 10 یا 15 دفعہ پوچھا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ پھر نماز شروع کرتے اور بیہوش ہو جاتے۔

حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحبؓ کے قریب ترین مسجد تین میل کے فاصلہ پر تھی اور رستہ خراب تھا مگر آپ فجر، عصر اور شام کی نماز کے لئے پاپیادہ بلاناغہ تشریف لاتے۔

سردار ویٹ خان

13 جنوری 1892ء کو سب سے پہلا انگریز حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت سے مشرف ہوا تو حضورؑ نے حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ مقیم جموں کے نام اپنے قلم مبارک سے ایک مکتوب میں یہ خوشکن اطلاع دی کہ: ”سردار ویٹ خان خلف الرشید مسٹر جان ویٹ کہ ایک جوان تربیت یافتہ، قوم انگریز دانشمند مدبر آدمی انگریزی میں صاحب علم آدمی ہیں اور کرنول احاطہ مدراس میں بعہدہ منصفی مقرر ہیں آج بڑی خوشی اور ارادت اور صدق دل سے سلسلہ بیعت میں داخل ہو گئے۔ ایک باہمت آدمی اور پرہیزگار طبع اور محبّ اسلام ہیں انگریزی میں حدیث اور قرآن کو دیکھا ہوا ہے...... وہ مشورہ دیتے ہیں کہ ہر ایک ملک میں واعظ بھیجنے چاہئیں اور کہتے ہیں کہ ایک مدراس میں واعظ بھیجا جاوے۔ اس کی تنخواہ کے لئے میں ثواب حاصل کروں گا...... اسلام کی سچائی کی خوشبو اس راہ میں آتی ہے۔ الغرض وہ محققانہ طبیعت رکھتے ہیں اور علوم جدیدہ میں مہارت رکھتے ہیں زیادہ تر خوشی یہ ہے کہ پابند نماز خوب ہیں۔ بڑے التزام سے نماز پڑھتا ہے۔“

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol. 12 Friday , April 15, 2005 Issue No. 15

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت

پاکستانی مُلاّ کی طرف سے باجماعت خودکشی کا اعلان

بھوک ہڑتال کی نسبت دیوبندی امت کے مفتی اعظم ''حکیم الامت'' مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا واضح فتویٰ ہے کہ یہ خودکشی ہے جو اسلام میں حرام ہے۔ اور اس کا ارتکاب کرنے والے ''حرامی''۔ تھانوی صاحب کے ملفوظات جلد سوم صفحہ ۳۰ ۔ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان میں لکھا ہے:

''(ملفوظ) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ بھوک ہڑتال نئی ایجاد ہے۔ فرمایا کہ یہ خودکشی کا مرادف ہے۔ اگر موت واقع ہوجائے گی تو وہ موت حرام ہوگی اور بزدلی پر بھی دال ہے کہ آئندہ آنے والے مصائب سے گھبرا کر ایسا کرنے پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔ (مزاحاً فرمایا نر نہیں رہتے مادہ بن جاتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ بھوکے مرگئے تو کسی کا کیا حرج ہوا اور کسی کو کیا نقصان پہنچا۔ جو سوجھتی ہے الٹی ہی سوجھتی ہے۔ ایک فاتر العقل لیڈر گاندھی نے اپنے اَتباع کو یہ بھی مشورہ دیا تھا کہ بیویوں کے پاس جانا چھوڑ دو آئندہ نسل بند ہوجائیگی اور جو موجود ہیں یہ مرجائیں گے پھر اہلِ حکومت کس پر حکومت کریں گے''۔

اسی طرح ملفوظات جلد دوم صفحہ ۹۶ پر لکھا ہے:

'' بھوک ہڑتال کرنا خودکشی کے مترادف ہے اور اگر خودکشی سے کسی کو فائدہ پہنچے تب بھی تو باوجود موجبِ فوائد ہونے کے جائز نہیں ہے چہ جائیکہ کوئی فائدہ بھی نہ پہنچے تو اس کا درجہ ظاہر ہے یعنی اگر یہ معلوم ہوجائے کہ خودکشی کرنے سے کفار پر اثر ہوگا تو کیا خود کشی کرنا جائز ہوجائے گا اور یہ جیلوں میں جانا اور بھوک ہڑتال کرنا کیا خودکشی کا مرادف نہیں ہے۔ اگر کوئی نفع بھی خودکشی پر مرتب ہو تو یہ خود ہی اتنا زبردست نقصان ہے کہ جس کا پھر کوئی بدل ہی نہیں۔ حضرت ہر منفعت کا اعتبار نہیں اس کی تو بالکل ایسی ہی مثال ہے کہ کوئی شخص یوں کہے کہ فلاں شخص کی جان بچ سکتی ہے اگر تم کنویں میں گر جاؤ۔ اس کی جان بچانے کی غرض سے کیا کنوئیں میں گرجانا جائز ہوگا''۔

اب یہ دلچسپ اور تازہ خبر سنئے کہ چنیوٹ اور ربوہ کی غیر ''مسلم کالونی'' میں مقیم اور ''حرام موت'' مرنے کے متمنی خطیبوں نے پاسپورٹ میں خانہ مذہب کی بحالی کے لئے بھوک ہڑتال یعنی خودکشی کا ''باجماعت'' اعلان فرمادیا ہے اور اس طرح ''خس کم جہاں پاک'' کے فطری قاعدہ کے مطابق پاکستان کو پلیدستان بتلانے والوں میں ملک کو دہشت گردی سے پاک کرنے کا مبارک خیال پیدا ہوا ہے۔ خدا کرے انہیں اس میں جلد کامیابی ہو۔

سیاسی خبر کا روحانی پس منظر

اس سیاسی خبر کا روحانی پس منظر یہ ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ نے قرآنِ مجید کی آیت ﴿لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ (الفتح) کی تفسیر یہ بیان فرمائی ہے کہ ''جب احمدیت کے ذریعہ سے اسلامی تمدن تمام دنیا میں قائم کر دیا گیا اور اسلامی حکومتیں اقطار عالم پر چھا گئیں تو ﴿يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ﴾ دوسرے مذہبوں والے کہیں گے کہ اب اس کا مقابلہ نہیں ہوسکتا ﴿لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ مگر جو عنید اور شدید ہوں گے وہ تو انقلاب کو دیکھ کر مرہی جائینگے اور کہیں گے کہ اب ہم سے کچھ بھی نہیں ہوسکتا''

(انقلابِ حقیقی طبع اول صفحہ ۱۱۰ تقریر حضرت مصلح موعودؓ جلسہ سالانہ قادیان ۲۸ دسمبر ۱۹۳۷)

❁❁❁❁❁❁❁

برصغیر کے مسلم لیڈر اور ان کے ہم خیال مُلاّ

مولوی اشرف علی صاحب کا بیان ہے:

'' یہ جو آجکل کے لیڈروں اور انکے ہم خیال مولویوں نے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے متعلق طرز اختیار کیا ہے کہ ان کی ہر بات کا اشتہار اور اخبارات میں اعلان کرایا جاتا ہے یہ طرز نہایت ہی غیر مفید ہے۔ شور و غل تو تمام دنیا میں اور عمل ندارد۔ سب سے بڑی بات قابلِ ذکر بلکہ قابلِ شکایت یہ ہے کہ یہ لوگ دوسروں سے تو اسلام کی عزت کے خواہاں ہیں اور خود اسلام اور احکام اسلام کو پامال کرتے ہیں۔ ایک زمانہ میں نمازوں کے وقت میں جلسے ہوتے رہے کچھ پروا نہیں رمضان المبارک میں عام شاہراہوں پر میزوں پر کھانے چنے گئے اور کرسیوں پر بیٹھ کر کھائے گئے۔ یہ حرکات کہاں تک جائز ہیں نمازوں کیلئے مسجدوں میں نہ آنا اور غربا کیساتھ ملکر نماز پڑھنا کسرِ شان سمجھتے ہیں اور پھر بھی مسلمانوں کی باگ اُن کے ہاتھ میں ہے انکی کشتی کے ناخدا بنے ہوئے ہیں شرم نہیں آتی اگر مسجد میں آئیں گے بھی تو جمعہ کے روز وہ بھی پیدل چل کر نہیں جب دیکھو فٹن میں دھرے ہیں اور دل میں فتن بھرے ہیں۔ بندہ خدا مسجدوں میں آؤ، غریب مسلمانوں کی حالت کو دیکھو جو کام کرنے کے طریقے ہیں اُن میں سے ایک بھی نہیں سب زبانی جمع خرچ جب چاہو جس چیز کی چاہو اسکیم پوچھ لو۔ جب چاہو اعلان کروالو بس اسی کے مرد ہیں۔ ایک شخص نے کہا کہ اگر سب مسلمانوں سے ایک ایک پیسہ لیا جائے تو لاکھوں اور کروڑوں ...کی تعداد میں روپیہ جمع ہوجائے پھر اُس کو قومی کاموں میں صرف کیا جائے۔ دوسرے نے جواب دیا کہ اگر سورۃ بقرہ ایک منٹ میں سات مرتبہ پڑھ لو تو ہفت اقلیم کے بادشاہ ہوجاؤ۔ بس مسلمانوں سے تو یہ کاغذی حساب پوچھ لو کرنے کرانے کے نام صفر۔ ایک بنئے کی حکایت یاد آئی کہ کنبہ کو لیکر سفر میں چلے راستہ میں ایک دریا آگیا۔ آپ نے پانی کا حساب لگایا کہیں تو ٹخنوں تک کہیں گھٹنوں تک، کہیں ناف تک، کہیں سینے تک، کہیں گلے تک، کہیں سر سے اوپر۔ آپ نے کاغذ پر اوسط لگایا تو گھٹنوں تک اوسط نکلا گاڑی ڈال دی اب لگے ڈوبنے تو بنیا کہتا ہے کہ ''حساب جوں کا توں اور کنبہ ڈوبا کیوں'' بھائی وہ عملی حساب نہ تھا کاغذی حساب تھا اُس کا یہ نتیجہ ہوا۔ یہ ہی حالت ان باتیں بنانے والوں کی ہے۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 74-75)

❁❁❁❁❁

جماعت احمدیہ ناروے کے زیر اہتمام جلسہ پیشگوئی مُصلح موعودؓ کا بابرکت انعقاد

چوھدری افتخار حسین اظھر - سیکرٹری جنرل جماعت احمدیہ ناروے

جماعت احمدیہ ناروے کا جلسہ پیشگوئی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ 20رفروری بروز اتوار بوقت چار بجے شام منعقد ہوا۔

جلسہ کا آغاز سورۃ الجمعہ کی تلاوت سے ہوا جو عزیزم سفیر احمد زرتشت نے کی، اُردو ترجمہ بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ عزیزم ایّا داحمد زرتشت نے پیش کیا۔ اِنہی آیات کریمہ کا نارویجن ترجمہ عزیزم انصر محمود قریشی نے پیش کیا۔ مکرم مبشر احمد شاہد نے ترنم سے کلامِ محمود پڑھا ؎

نونہالانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے
پر ہے یہ شرط کہ ضائع میرا پیغام نہ ہو
جب گزر جائیں گے ہم تُم پر پڑے گا سب بار
سُستیاں ترک کرو طالبِ آرام نہ ہو

حضور کا زندہ و جاوید پیغام اشعار کی شکل میں احباب جماعت کو نصائح ہیں جو ہمیشہ تر و تازہ گلاب کی سی خوشبو اپنے اندر سُموئے ہوئے ہیں۔ یہ ایسے درخشندہ ستارے ہیں جن کی چمک کبھی ماند نہیں پڑتی اور جماعت کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔

مکرم ڈاکٹر سیف الرحمٰن صاحب نے پیشگوئی مُصلح موعودؓ کے پُرشوکت الفاظ پڑھ کر سنائے:

''باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے گا۔''

طویل الہام کے الفاظ صداقتِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعودؓ پر مُہرِ تصدیق ثبت کرتے ہیں۔ پیشگوئی کے الفاظ جہاں جماعت کے لئے باعثِ صد مسرت ہوئے وہاں معاندین احمدیت پر ضربِ کلیم کی طرح پڑے۔ عزیزم عامر فوزی نے ترنم سے کلامِ محمود میں سے نظم سنائی ؎

نہ مے رہے نہ رہے خُم نہ یہ سُبو باقی
بس اک دل میں رہے تیری آرزو باقی

حضرت مُصلح موعودؓ کی زندگی پر سلائڈز دکھائی گئیں۔ مکرم چوہدری شاہد محمود کاہلوں مربی سلسلہ نے سامعین کو پیشگوئی کا پسِ منظر بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چلّہ کشی کے لئے سفر ہوشیار پور اختیار فرمایا۔ وہاں پر دوستوں کو اطلاع کروادی کہ آپ اس دوران احباب جماعت سے ملاقات نہیں فرمائیں گے۔ لیکن احباب جماعت کی عقیدت اور محبت کا خیال فرماتے ہوئے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ آپ مزید قیام فرمائیں گے جس میں احباب جماعت کو شرف ملاقات بھی بخشیں گے۔ حضور نے خشوع خضوع سے دُعائیں کیں اور ان تضرّعات کو بارگاہِ ایزدی میں باریابی حاصل ہوئی۔

مکرم مربی صاحب نے مزید فرمایا کہ پیشگوئی مصلح موعودؓ اپنے اندر کئی مضامین رکھتی ہے۔ آپ نے طالوت اور حضرت زرتشتؑ کی پیشگوئیوں کا ذکر کیا۔ آپ نے مضمون پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اس پیشگوئی سے صداقت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ، اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے۔ آپ نے اُن ممالک اور اخبارات کے حوالے بھی پڑھ کر سُنائے جنہوں نے اِس روحانی چشمہ سے آب زلال پیا اور نہایت تحسین آمیز الفاظ سے اعتراف بھی کیا۔ مکرم امیر صاحب نے جماعت ناروے کو مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ پیشگوئی حضرت مصلح موعودؓ کے متعلق اکثر بچے یہ سمجھتے ہیں کہ شاید 20رفروری کو حضرت مُصلح موعودؓ کی تاریخ پیدائش ہے۔ بچوں کو ذہن نشین کرلینا چاہئے کہ یہ پیشگوئی مُصلح موعودؓ کے شائع فرمانے کا دن ہے۔ مکرم امیر صاحب نے مزید فرمایا کہ حضرت مصلح موعود کے خطبات اور تحریکات سب چھپ چُکی ہیں۔ جماعت کو اس سے استفادہ کرنا چاہئے اور بالخصوص نوجوان نسل کو اِس سے آگاہی بہت ضروری ہے۔ اِس موقعہ سے استفادہ کرتے ہوئے آپ نے مسجد بیت النصر کی تعمیر کے مراحل سے احباب جماعت کو آگاہ کیا۔ مغرب و عشاء کی نمازیں ادا کی گئیں۔ ہلکی پُھلکی ضیافت پیش کی گئی۔ 300 سے زائد احباب مرد و زن جلسے میں شامل تھے۔

❁❁❁❁❁